مئی
2024ء

یا اللہ!
فلسطین کے
مسلمانوں کی مدد فرما
آمین

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ (القرآن:54)

ماہنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

خصوصی مضمون
ہماری ازدواجی زندگی
ڈاکٹر عبد السمیع صاحب
صفحہ 30

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 18 | وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْءَانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القران) | شوال/ذیقعدہ: 1445ھ
شمارہ : 05 | اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ سورۃ القمر) | مئی : 2024ء

ISSN : 2305-6231

ماہنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبداللہ اسماعیل

مشاورت
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- حاجی محمد منظور انور
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- عبداللہ ابراہیم

مدیر معاون و نگران طباعت : مفتی عطاء الرحمٰن

انتظامی امور : ملک نذر حسین

قانونی مشاورت
- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اثیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرتعاون: اندورنِ ملک 800 روپے | معمول کا شمارہ: 80 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِتعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		6
حرفِ آرزو تکمیل قرآن مجید، لیلۃ القدر اور پاکستان	3	انجینئر عبداللہ اسماعیل	7
قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح	4	انجینئر مختار فاروقیؒ	19
ہماری ازدواجی زندگی	5	ڈاکٹر عبدالسمیع	30
سائنس اور مذہب میں مقاربت و مغایرت (17)	6	انجینئر فیضان حسن	43
اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیت و اِفادیت (2)	7	مولانا امین عزیز بھٹی	52
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفےٰ ﷺ است	8	عبداللہ ابراہیم	60

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

اردو ترجمہ : فتح محمد خان جالندھری

انگریزی ترجمہ : ڈاکٹر عبدالسمیع حفظہ اللہ

(02)	اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ	آیات
سورۃ البقرۃ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	267-265

وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ

اور مثال ان لوگوں کی جو اپنا مال خرچ کرتے ہیں

And examples of those who spread their wealth,

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور خلوصِ نیت سے

in pursuit of Allah's pleasure

And out of a strong inner motivation is

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ

ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو

Like a garden on a higher level of earth.

اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ

(جب) اس پر مینہ پڑے تو وہ دُگنا پھل لائے

If a heavy rain falls on it It will bring its fruit in double increase

فَاِنۡ لَّمۡ يُصِبۡهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ

اور اگر مینہ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی

But even if it does not get a heavy rain,
Then a drizzle (will also work).

وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۲۶۵﴾

اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے

And Allah is Overseer of whatever you do

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمۡ اَنۡ تَكُوۡنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّ اَعۡنَابٍ

بھلا تم میں کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہوا

Would anyone of you like
That he has a garden of date-palms and vines,

تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ

جس میں نہریں بہہ رہی ہوں

Irrigated by running streams

لَهٗ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

اور اس میں اس کے لیے ہر قسم کے میوے موجود ہوں

There are all kinds of fruit for him therein

وَ اَصَابَهُ الۡكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ

اور اسے بڑھاپا آ پکڑے اور اس کے ننھے ننھے بچے بھی ہوں

But he has become old, While he has weak (young) children

فَاَصَابَهَآ اِعۡصَارٌ فِيۡهِ نَارٌ فَاحۡتَرَقَتۡ

تو (ناگہاں) اس باغ پر آگ کا بھرا ہوا بگولا چلے اور وہ جل (کر راکھ کا ڈھیر ہو) جائے

Then a fiery whirlwind befalls on it leading to its combustion

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾

اس طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سوچو (اور سمجھو)

This way Allah makes the signs clear to you,
So that you may reflect

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ

مومنو! (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اس پاکیزہ اور عمدہ مال میں سے جو تم کماتے ہو

O the believers! Spend in the way of Allah
from the nice things, you have earned

وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

اور جو چیزیں ہم تمہارے لیے زمین سے نکالتے ہیں

And of what we have produced for you from earth

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ

اور بری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا

And don't intend the worthless of it,

to spend it (in Allah's way),

وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ

کہ (اگر وہ چیزیں تمہیں دی جائیں تو) تم ان کو کبھی نہ لو بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو

While you are not going to accept it for yourself, (if it is offered to you), Except you close your eyes while taking it.

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾

اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ (اور) قابل ستائش ہے

Keep in mind that! Surely Allah is
Free of need, Worthy of praise

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

عَنْ مَیْمُونَةَ، مَوْلَاةِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَتْ: قُلْتُ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ

حضرت میمونہ، رضی اللہ عنہا جو کہ نبی اکرم ﷺ کی آزاد کردہ باندی ہیں، فرماتی ہیں

میں نے (آپ ﷺ کی خدمت میں) عرض کیا: اے اللہ کے رسول!

أَفْتِنَا فِیْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ

ہمیں بیت المقدس کے بارے میں حکم دیں

قَالَ: أَرْضُ الْمَحْشَرِ وَالْمَنْشَرِ ائْتُوْهُ فَصَلُّوا فِیْهِ،

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ حشر اور نشر کی سرزمین ہے،

تم وہاں جاؤ اور اس میں نماز ادا کرو

فَإِنَّ صَلَاةً فِیْهِ كَأَلْفِ صَلَاةٍ فِی غَیْرِهٖ

کیونکہ بیت المقدس میں ایک نماز ایسے ہے جیسے اس کے سوا کسی مسجد میں ہزار نمازیں

قُلْتُ: أَرَأَیْتَ إِنْ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أَتَحَمَّلَ إِلَیْهِ؟

میں نے عرض کیا: اگر مجھ میں سفر کر کے وہاں جانے کی استطاعت نہ ہو تو کیا کروں؟

قَالَ: فَتُهْدِیْ لَهٗ زَیْتًا یُسْرَجُ فِیْهِ

آپ نے فرمایا: تم بیت المقدس کے چراغوں میں جلانے کا تیل وہاں پہنچا دو

فَمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ فَهُوَ كَمَنْ أَتَاهُ

کہ جس نے یہ کام کیا تو وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ اس مقدس جگہ میں گیا ہے

(سنن ابن ماجه)

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند حاضریاں

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

تکمیلِ قرآن مجید، لیلۃُ القدر اور پاکستان

انجینئر عبداللہ اسماعیل

جامع مسجد قرآن اکیڈمی جھنگ میں ماہ رمضان کی 27 ویں شب، یومِ آزادی پاکستان اور تراویح میں تکمیل قرآن مجید کے موقع پر صدرِ انجمن جھنگ نے جو خطاب کیا تھا اس کو تحریری شکل میں لاکر افادۂ عام کے لیے ذیل میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

حمد وصلوٰۃ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ ماہِ رمضان کی 27 ویں شب ہے اور آج کی تاریخ میں بہت ساری باتیں اکٹھی ہوگئی ہیں تو مختصر وقت میں ہم تین باتوں کی طرف توجہ کریں گے۔ پہلی بات تو قرآن مجید سے متعلق ہیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ آج ہم نے تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت اور سماعت بھی مکمل کرلی ہے اور اس کے ساتھ ہم نے قرآن مجید کا ایک حصہ تقریباً پندرہ پارے سمجھ کر پڑھنے کی کوشش بھی کی ہے۔ ایک بات تو یہ ہوگئی کہ تلاوت بھی ہوئی اور قرآن سمجھنے کا اہتمام بھی ہوا، جس پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہیے، لیکن ابھی یہ کام مکمل نہیں ہوگیا۔ اکثر ہوتا یہی ہے کہ انسان بہت بڑے کام کا ارادہ کرتا ہے اور جب وہ کام مکمل ہوجاتا ہے تو انسان پھر ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ 27 رمضان یا 25 کو یا مختلف تاریخوں میں مختلف مساجد میں قرآن مجید ختم ہوتا ہے تو اس کے بعد لوگ عموماً تراویح پڑھنا بھی چھوڑ دیتے ہیں کہ قرآن مجید پورا ہوگیا اب مزید کیا قیام کرنا ہے؟ تو یہ ایک بہت بڑا کام ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ

لوگوں نے تراویح میں قیام اللیل کر کے قرآن مجید کی سماعت مکمل کی ہے، اور حفاظِ کرام نے مختلف مساجد میں قرآن مجید سنایا ہے لیکن یہ کام مکمل نہیں ہوا۔ بہت بڑا کام ہو گیا ہے، لیکن بہت بڑا کام ابھی باقی ہے اور وہ باقی کام اس قرآن مجید پر عمل سے متعلق ہے۔

قرآن مجید پر ایمان ایک سیڑھی ہے جو ہم نے چڑھ لی، قرآن مجید کی تلاوت یہ دوسری سیڑھی ہے جو ہم نے چڑھ لی، ایک اور قدم اٹھا لیا، تیسرا قدم بھی اٹھا لیا کہ ہم نے قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کی ہے جو بہت اچھی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا بھی بہت بڑا اجر عطا فرمانے والا ہے۔ لیکن یہاں بات مکمل نہیں ہوئی، بلکہ اس سے اگلا قدم بھی ہے کہ اس قرآن پاک سے جو بات سنی ہے جو بات سمجھی ہے اس کے مطابق اب عمل بھی شروع کیا جائے اور اصل بات یہی ہے۔ جو انسان یہ تین کام کرنے کے بعد یہ چوتھے کام پر آمادہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کی جو بات سمجھ میں آئی ہے احساس ہو گیا ہے کہ پہلے میں غلطی پر تھا اب مجھے اس کو چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ انسان کو احساس ہو گیا کہ میں کسی اور طرح زندگی بسر کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کا حکم تو اور ہے۔ اگر انسان اس معاملے میں توبہ کرنے کو تیار نہیں ہے تو وہ انسان بہت ہی بڑا نقصان کر رہا ہے۔ وہ اس غلط فہمی اور بھول میں نہ رہے کہ میں نے سارا قرآن مجید کھڑے ہو کر سنا ہے اور آدھا قرآن مجید بیٹھ کر سمجھنے کی کوشش کی ہے تو بہت اجر حاصل ہو گیا، اب میں آخرت میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ نہیں! بلکہ یہ چیز تو انسان کو اور پکڑوانے والی بنے گی کہ اتنی باتیں سن کر، اتنی باتیں سمجھ کر جو ایمان پیدا ہوا تھا، جو جذبہ پیدا ہوا تھا اس نے اس جذبے سے آگے صحیح کام کیوں نہیں کیا۔ اس جذبے سے توبہ کرنی چاہیے تھی، اس جذبے سے جو پہلے نافرمانی والی زندگی ہو رہی تھی اس کو فرمانبرداری میں بدلنا چاہیے تھا۔ قرآن مجید کی جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى O

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ

یعنی جو میرے اس ذکر سے رُخ پھیرے گا، اعراض کرے گا منہ پرے کر لے گا۔

اعراض کا ایک درجہ یہ ہے کہ انسان ایمان ہی نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم ایمان کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اس اعراض کا اگلا درجہ یہ ہے کہ انسان تلاوت ہی نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ

ماہِ رمضان کے ان ستائیس دنوں میں ہم نے تلاوت بھی مکمل کر لی سن لیا۔ اعراض کا اس سے اگلا درجہ یہ ہے کہ انسان سمجھنے کی کوشش نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہاں تک بھی آ گئے کہ چلو پورا قرآن مجید نہ سہی آدھا قرآن مجید یہاں پر بیان ہوا جس میں بہت سارے لوگ روزانہ باقاعدگی کے ساتھ آئے، کچھ لوگوں نے وقفے کے ساتھ شرکت کی، بہرحال کچھ نہ کچھ سمجھ میں آ گیا۔ اعراض سے متعلق اگلی بات یہ ہے کہ اس کے مطابق زندگی شروع نہ کی جائے، اگر اس کے مطابق ابھی بھی زندگی تبدیل کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو یہ بھی قرآن مجید سے اعراض ہی ہے۔ قرآن مجید کا اصل مقصد یہ ہے کہ لوگ ہدایت اختیار کریں اور جو لوگ اس سے ہدایت حاصل کرنے کو تیار نہیں ہیں، باوجود یہ کہ ہدایت کان میں پڑ گئی ہے ہدایت سمجھ میں آ گئی ہے اور اس کے باوجود بھی جو سچی توبہ کرنے کو تیار نہیں ہے تو فرمایا :

فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا

''تو ایسے لوگوں کے لیے بڑی سخت معیشت ہوگی، گزران ان کا بہت برا ہوگا۔''

ان کے پاس بظاہر پیسے بھی ہوں گے، مال بھی ہوگا لیکن زندگی بڑی تنگ گزرے گی، بڑی ٹینشن میں گزرے گی۔ ایک طرف قرآن مجید کی بات ہوگی جو کان میں پڑی ہوگی کہ آخرت کی محنت کرنی ہے اور ایک طرف اعراض ہے کہ توبہ کرنے کو آمادہ نہیں ہو رہے۔ دنیا میں عیش بھی صحیح طریقے پہ نہیں ہو سکے گی، ضمیر اندر سے کاٹے گا کہ معاملہ ٹھیک نہیں ہے، تم صحیح نہیں کر رہے، توبہ کر لینی چاہیے تھی۔ تو جو کوئی اس قرآن مجید سے اعراض کرے گا

فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى

''اس کی گزران بڑی تنگی کے ساتھ ہم کریں گے اور قیامت والے دن ایسے انسان کو ہم اندھا کر کے اٹھائیں گے، (اس کو آنکھیں نہیں دیں گے)۔''

جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے اندھا بنا رہا فرمایا قیامت والے دن اس کو آنکھیں نہیں ملیں گی اللہ تعالیٰ اس کو اندھا کر کے ہی اٹھائے گا۔ اس کو دنیا میں آنکھیں دی گئی تھیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی دی گئی نشانیوں پر غور کر لے، اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے رستے پر چل لے، اس نے اپنی آنکھیں اس راستے کے لیے استعمال ہی نہیں کیں، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور ہی نہیں کیا۔ اس نے اپنی

آنکھوں سے صحیح فائدہ نہیں اٹھایا اس کو آنکھیں دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا اس لیے ایسے بدبختوں کو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن آنکھوں سے نوازیں گے ہی نہیں، ایسے لوگ اندھے کر کے قیامت والے دن اٹھائیں جائیں گے، وہ لوگ چیخیں گے چلائیں گے کہ

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَ قَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا

اے اللہ تعالیٰ! دنیا میں تو ہم آنکھوں والے تھے تو آخرت میں ہمیں آنکھیں کیوں نہیں دی گئیں۔

قَالَ کَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری آیتیں تمہارے پاس آئی تھیں تم نے ان کو بھلا دیا (اور تم ان سے اندھے بنے رہے)

وَ کَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی

آج کے دن تم بھی بھلا دیے گئے

تو پہلی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت مکمل ہوئی اور آدھے قرآن مجید کو ہم نے سمجھ کے پڑھا اب اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ ہم توبہ کی طرف مائل ہوں۔ ہم توبہ کریں تمام انسان گناہ گار ہیں کوئی زیادہ گناہ گار ہے کوئی کم گناہ گار ہے کچھ اللہ تعالیٰ کی زیادہ فرمانبرداری کر رہے ہیں کچھ کم فرمانبرداری کر رہے ہیں سب کے لیے ایک ہی پیغام ہے توبہ کی جائے۔ جو بھی کمی کوتاہی ہے قرآن مجید کو سامنے رکھ کر اس کو آئینہ بنا کر اس کے اندر دیکھا جائے کہ کیا کمی ہے اس میں اپنی کمی کو دور کیا جائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کی جائے۔ دورانِ ترجمہ سورۃ نساء کی یہ آیت بھی یقیناً پڑھی گئی ہوگی کہ

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ

اس شخص کی توبہ قبول کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اپنے ذمے لیا ہے جو گناہ کرنے کے فوراً بعد احساس ہوتے ہی توبہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو لازماً درگزر فرمائے گا۔ اگلی آیت میں فرمایا:

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰٓی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ

اوران لوگوں کی کوئی توبہ نہیں ہے جو برے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب موت سامنے نظر آجائے اس وقت وہ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا۔اس کے درمیان اب ہمارے پاس موقع ہے کہ قرآن مجید پڑھ کر جیسے ہی ہمیں احساس ہوا ہے کہ ہاں زندگی کوتاہی میں گزر رہی تھی تو فوراً توبہ کرنی چاہیے تھی اگر گزشتہ دنوں میں نہیں کی تو آج کر لی جائے۔ یہ بھرپور موقع ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کہ جب شیطان بھی قید ہے یہ ایک بہت بڑا دشمن ہے جو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور بندگی میں آنے میں توبہ کرنے میں رکاوٹ ہے، وہ بھی اس ماہِ رمضان کی برکت سے قید میں ہے۔اس وقت توبہ کرنے میں رکاوٹ صرف اور صرف ہمارا نفس ہے جو ہمارے اندر موجود ہے جواب گناہ کا عادی ہو چکا ہے جو دنیا کی لذتوں کا عادی ہو چکا ہے صرف اسی کو شکست دے کر ہم آرام سے توبہ کر سکتے ہیں اور اگر یہ وقت گزر گیا رمضان ختم ہو گیا تو دو دشمنوں سے مقابلہ شروع ہو جائے گا۔ پھر نفس تو ہوگا ہی ہوگا ساتھ شیطان بھی آزاد ہو جائے گا پھر توبہ کرنا کتنا مشکل ہو جائے گا۔ بھلا ایک انسان آج توبہ کرنے پر آمادہ نہیں ہو رہا تو عید کے بعد کیسے توبہ کرے گا بہت مشکل ہے۔ یہ بھرپور وقت ہے ہمارے پاس کہ ہم آج اپنے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کر لیں اپنے گناہوں سے معافی مانگ لیں اللہ تعالیٰ سے پختہ وعدہ کریں کہ آئندہ زندگی ہم قرآن مجید کے مطابق گزاریں گے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آج ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق رات ہے۔سورۂ قدر کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (سورۃ القدر:01)''بے شک ہم اس قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں (قدر کی رات میں) نازل کیا ہے۔''

اس کے بارے میں آنحضور ﷺ کی طرف سے ایک رات کا تعین نہیں کیا گیا بلکہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں اس کو تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی اِکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور اُنتیسویں رات میں اس کو تلاش کیا جائے۔آج اس سلسلے میں چوتھی رات ہے ستائیسویں رات۔تو یہ بھی شب قدر کی ممکنہ راتوں میں سے ایک رات ہے۔کسی عالم دین نے حتمی نہیں کہا، کسی صحابی سے کوئی حتمی بات مروی نہیں ہے کہ یہ فلاں رات ہے بلکہ پانچ راتوں میں سے کوئی نہ کوئی ایک رات ہے تو ان پانچوں کی پانچوں راتوں کو جاگ کر گزارنا چاہیے۔

اوراس کی فضیلت قرآن مجید میں یہ آئی ہے کہ ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ ''شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے''۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نیکیوں کا بدلہ بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا۔ سب سے بڑی نسبت یہی بیان کی گئی ہے۔ ایک نسبت دس بھی ہے کہ ایک نیکی کی جائے گی تو اس کا دس گنا اللہ تعالیٰ اجر دے گا، پھر ایک نسبت سات سو کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کیا جائے تو اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک دانہ ہو جس کو زمین میں بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں تو ایک دانے سے سات سو دانے بن گئے۔ سات سو کا ذکر آ گیا۔ اور پھر یہ لیلۃ القدر ہے جس کے بارے میں بتایا کہ ایک رات کا اجر تیس ہزار راتوں کے برابر ہے، ایک ہزار مہینوں کے برابر ہے بلکہ اس سے بھی بہتر ہے۔ سات سو گنا والی جگہ پر بھی فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑھا کر اجر دے سکتا ہے اور اس لیلۃ القدر کو بھی خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ کہا گیا ہے کہ یہ ہزار مہینوں (تیس ہزار راتوں سے) سے بہتر ہے۔ کتنی بہتر ہے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

آنحضور ﷺ نے رمضان کے مہینے کی فضیلت بھی بیان فرمائی اور فرمایا کہ اس میں ایک رات وہ ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور جو اس رات سے محروم رہ گیا وہ سمجھو کہ ہر قسم کے خیر سے محروم رہ گیا۔ اتنا بڑا اس کے پاس موقع تھا کہ چند گھنٹے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں گزار لے اور بہت بڑا اجر پا لے۔ نماز کے قیام کی حالت میں گزار لے، رو کر گزار لے، بہتر تو یہی ہے کہ قیام کی حالت میں گزاری جائے لیکن اس نے ان چند گھنٹوں کے بدلے تیس ہزار راتوں کی عبادت کا ثواب ضائع کر دیا کہ اہم موقع اس نے سو کر گنوا دیا۔ باقی گیارہ مہینے کیا، بہت ساری زندگی ہے سونے کے لیے۔ تو ہمت کرنی چاہیے۔ جنہوں نے پہلے تین راتیں بھی محنت کی ہے وہ بڑے خوش قسمت لوگ ہیں لیکن جو پچھلی تین راتیں نہیں جاگ سکے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید کرتے ہوئے آج جاگنا چاہیے 29 ویں کو بھی جاگنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے آج کی رات شب قدر کی ہو، ہوسکتا ہے 29 ویں کی رات شب قدر کی ہو۔ تو دوسری بات یہ تھی کہ ہم یہ جو آج یہاں پر ہم 27 ویں شب میں بیٹھے ہوئے ہیں تو شب قدر کو نہیں بھولنا چاہیے، یہاں سے جب ہم فارغ ہو کر جائیں تو اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں کھڑے ہوں۔ زیادہ فضیلت قیام ہی کی ہے حدیث میں بھی قیام کا ذکر آیا۔ شب قدر کے حوالے سے حدیث میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک حدیث میں فرمایا

مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ

''جس نے لیلۃ القدر کی رات میں قیام کیا، ایمان کے ساتھ اور احتساب کے ساتھ (توجہ کے ساتھ کھڑا رہا اپنی نیت پہ غور کرتا رہا) اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف فرمادے گا۔''

اور دوسرا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے پوچھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اگر میں شب قدر کو پاؤں تو کیا دعا مانگوں اس میں دعا کا ذکر ہے، آپ نے فرمایا

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

''اے پروردگار! تو تو سراپا ہی بخشش ہے، تجھے معاف کرنا پسند ہے۔ اے اللہ تعالیٰ مجھے معاف کردے۔''

بہرحال نوافل بھی پڑھے جاسکتے ہیں تلاوت بھی کی جاسکتی ہے، درود شریف بھی پڑھا جاسکتا ہے، استغفار بھی کیا جاسکتا ہے۔ تو یہ موقع ہے ہمارے پاس آج ہم اسی رات میں بیٹھے ہوئے ہیں اس کی طرف توجہ کی جائے۔

تیسری اور آخری بات مملکت خداداد پاکستان سے متعلق ہے۔ ہمارے ہاں مشہور یہی ہے کہ پاکستان کا یوم آزادی 14 اگست 1947ء ہے۔ لیکن ہم بھول گئے ہیں کہ اس دن 27 ویں رمضان بھی تھی۔ یہ ہمیں نہیں بتایا گیا اس دن 27 رمضان 1366 ہجری تھی ہم میں اکثر کو معلوم نہیں ہے۔ ہمیں انگریزی تاریخ یاد ہے 14 اگست 1947ء۔ اس تاریخ کو ہم لوگ ہر سال چھٹی بھی مناتے ہیں۔ اُس دن 27 رمضان المبارک تھا اس بات کو ہم بھول گئے۔ یہ پاکستان ہم نے اللہ تعالیٰ سے ایک وعدے پر حاصل کیا تھا کہ ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ''۔

آج کی اس 27 ویں شب میں بیٹھ کر پاکستان کی بات کرنا کوئی دنیاداری کی بات نہیں ہے یہ بھی عین دین کی بات ہے کہ ہم نے دین کے لیے ہی یہ ملک حاصل کیا تھا۔ ہمارے آباؤ اجداد نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ''۔ اللہ تعالیٰ کے سوا یہاں کسی کی بندگی نہیں ہوگی اس ارادے پر اس نعرے پر اللہ تعالیٰ سے پاکستان مانگا تھا اور

اللہ تعالیٰ نے پاکستان ہمیں عطا کیا تھا اور یہ اسی دین کے غلبے کی سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ جس مقصد کے لیے آنحضور ﷺ دنیا میں بھیجے گئے۔ سورۂ توبہ کے ترجمہ کے دوران میں یہ آیت آئی ہوگی اور پورے قرآن مجید میں تین مرتبہ یہ آیت آئی ہے تراویح میں تین مرتبہ سنی گئی ہے کہ

هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰی وَدِینِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَی الدِّینِ كُلِّهِ

''وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول ﷺ کو الہدیٰ اور سچا دین دے کر، تاکہ وہ اسے باقی دنیا کے تمام نظاموں پر غالب کر دے''

تو آنحضور ﷺ کو بھیجے جانے کا مقصد یہ ہے کہ پوری دنیا پر دین کا غلبہ ہو اور دین کے غلبے کا آغاز ظاہر ہے کسی ایک جگہ سے ہوگا تو اس کے لیے مسلمانوں کو کوئی جگہ چاہیے تھی کوئی ملک چاہیے تھا جہاں ہم دین کو غالب کریں اور وہاں سے پھر پوری دنیا پر دین کے غلبے کا آغاز ہو۔ ان وعدوں پر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے 27 رمضان المبارک کو یہ ملک دے دیا۔ رات کو 12:01 پاکستان بننے کا اعلان ہوا تھا شب میں آزادی ملی تھی اور ظاہر ہے 27 ویں شب تھی بہت سارے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ بھی شب قدر کی رات تھی۔ ہمارے وعدوں کے مطابق ہمیں انعام کے طور پر ملک عطا کر دیا گیا اور اس وقت جو حالات تھے وہ بھی قرآن مجید کی آیت میں استعارۃً بیان ہوئے ہیں۔ سورۂ انفال میں فرمایا: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ ''یاد کرو کہ جب تم تعداد میں تھوڑے تھے''۔

انگریز ہندوستان میں آچکا تھا اور پھر جمہوریت نافذ ہوگئی تھی تو ایک انسان کا ایک ووٹ تھا۔ اس سے پہلے مسلمانوں نے ہندوستان پر حکومت کی تھی۔ تعداد میں تھوڑے تھے، شجاعت تھی دلیری تھی مسلمان ہمت والی قوم تھے۔ ہندو تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود ان کے مقابلے میں لڑ نہیں سکتے تھے۔ آٹھ سو سال مسلمان یہاں پر حکومت کر رہے تھے۔ اس کے بعد انگریز آیا اور مسلمان مغلوب ہوگئے۔ اس کے بعد جمہوریت کا دور آ گیا۔ اب ایک آدمی اور ایک ووٹ تھا، ہندوؤں کی تعداد زیادہ تھی اور مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ اگر متحدہ ہندوستان ہی آزاد ہوتا یہ سارا کا سارا ہندوستان انگریز چھوڑ کر چلے جاتے تو کبھی بھی مسلمان ہندوستان میں اپنی حکومت بنا ہی نہیں سکتے تھے۔ تعداد کم تھی۔ ہندو ہندو کو ووٹ دے گا۔ سارے مسلمان مسلمان کو ووٹ دے

دیں تب بھی تعداد کم ہے، اقتدار مل ہی نہیں سکتا۔ فرمایا:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ O

(سورۃ انفال:26)

''اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے زمین میں تمہیں دبا لیا گیا تمہیں ڈر تھا کہ لوگ تمہیں اُچک کر لے جائیں گے، ہم نے تمہیں پناہ دی تھی اور اپنی نصرت سے تمہاری مدد کی (تمہاری حمایت کی) اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔''

اور شکر یہی ہے کہ جو وعدے اللہ تعالیٰ سے کیے تھے وہ ہم پورے کر دیں۔ ہندو غصے میں تھا اس کو پتہ تھا کہ مسلمانوں نے ہم پر آٹھ سو سال حکومت کی ہے وہ بدلے اتارنا چاہتا تھا اس کو اگر حکومت ملتی تو وہ چن چن کر ہم سے بدلے اتارتا۔ ہجری اعتبار سے پاکستان کو بنے 79 سال ہو چکے ہیں لیکن وعدے پورے نہیں ہوئے۔ تیسری نسل ہے جو وعدہ خلافی پر تلی ہوئی ہے ابھی بھی بظاہر کوئی امکان نہیں ہے کہ ملک کو دین کی طرف آگے بڑھایا جائے۔ اس ملک میں دین کی بات کرنا اور یوں کہنا کہ یہاں پر اسلام آئے یہ بالکل تو حق سچ اور جائز مطالبہ ہے۔ یا تو پاکستان کسی اور نام سے بنا ہوتا پھر یہاں پر دین کا مطالبہ ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ ملک ہم نے اس لیے بنایا ہی نہیں یہاں پر کیوں اسلام کی بات ہو رہی ہے۔ یہ ملک تو بنایا ہی اسلام کے نام پر گیا ہے۔ ابھی تک ہمارے تعلیمی نصاب میں ہمیں یہی پڑھایا جاتا ہے کہ علامہ اقبال بھی یہی کہہ گئے تھے، قائداعظم نے بھی یہی کہا تھا کہ یہ ملک اسلام کے لیے بنایا گیا ہے۔ بعد والوں نے وفا نہیں کی، وعدہ پورا نہیں کیا۔ پھر اس کی سزا اور انجام بھی آہستہ آہستہ ظاہر ہونا شروع ہوا۔ شروع میں حالات کچھ بہتر تھے، اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا کیا تھا، پھر حالات بگڑ گئے، ملک کا آدھا حصہ ہم سے الگ ہو گیا اور اس کے بعد دن بدن حالات خراب ہی ہیں۔ کوئی معقول انسان ایسا نہیں ہے کہ جو کہتا ہو کہ حالات بہت اچھے ہیں۔ ہر کوئی ماضی کو یاد کرتا ہے پہلے حالات اچھے ہوتے تھے اب تو حالات بہت خراب ہیں۔ یہ نافرمانی کی سزا ہے بدعہدی کی سزا ہے۔ قرآن مجید میں تو اس بدعہدی کی بہت بڑی سزا بیان ہوئی ہے۔ سورۂ توبہ آیت 75 میں ہے کہ کچھ لوگ تھے جنہوں نے

اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ اگر اس نے ہمیں مال عطا کیا تو ہم اس کے راستے میں خرچ کریں گے اور نیک بھی بن جائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کر دیا انہوں نے بخل شروع کر دیا اور نافرمانی شروع کر دی۔ وعدے کو ہی بھول گئے۔ اس سے اگلی آیت میں اس کی سزا بیان ہوئی ہے کہ پھر اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا (منافقت پیدا کر دی) اس دن تک جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔ یا تو اپنا طرزِ عمل ٹھیک کر لیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کریں۔ اس ملک کے اندر دین کو نافذ کریں، نہیں تو نفاق جیسی بیماری میں مبتلا رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو جائے گی۔

آخری بات جس کی طرف توجہ دلانی ہے وہ یہ کہ اس ملک کے حوالے سے ہمیں سوچنا ہے۔ یہ ملک دین کے نام پر قائم ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جغرافیائی لحاظ سے ایسا علاقے میں ہمیں یہ ملک عطا کیا کہ ہم جتنے مرضی برے حالات میں ہیں پھر بھی دائیں بائیں کسی نہ کسی بڑے ملک کو ہماری ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چن کر یہ جگہ عطا فرمائی ہے۔ پھر ہمارے علاوہ جتنے مسلمان ممالک آزاد ہیں ان میں سے ایک پاکستان ہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایٹمی صلاحیتیں دی، طاقت بھی عطا فرمائی۔ یہ ساری چیزیں اشارہ کر رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی طرف سے بہت کچھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیں مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ ہم نے ہی توبہ نہیں کی، ہم نے ہی دین کے لحاظ سے آگے پیش قدمی نہیں کی، آگے بڑھنے کی جدوجہد نہیں کی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج یہ قوم منافقت والی قوم ہے۔ حدیث میں چار باتیں منافق کی نشانی بیان ہوئی ہے وہ چاروں کی چاروں باتیں ہمارے اندر بڑھ چڑھ کر موجود ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا منافق کی چار نشانیاں ہیں: 1۔ بات کرے تو جھوٹ بولے۔ 2۔ وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ 3۔ امانت رکھوائی جائے تو امانت میں خیانت کرے۔ اور 4۔ لڑائی جھگڑا ہو جائے تو گالم گلوچ پر اتر آئے۔ فرمایا جس آدمی میں یہ چار باتیں ہیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ایک بات ہے وہ چوتھائی منافق ہے۔ چاہے وہ نماز پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور کہتا ہو کہ میں مسلمان ہوں۔ یہ حدیث کا مفہوم ہے۔ ہم ان چاروں باتوں کے بارے میں اپنے اندر غور کر لیں۔ دین صرف کلمہ پڑھنے کا نام نہیں ہے، دین صرف رمضان میں تراویح سن لینے کا نام نہیں ہے۔ وہی بات کہ یہ

ساری باتیں آپس میں جڑی ہوئی ہیں۔ اگر قرآن مجید پڑھا ہے تو اس سے اگلا نتیجہ عمل کرنا ہونا چاہیے تھا۔ یہ ملک پاکستان اگر اللہ تعالیٰ سے وعدوں پر لیا ہے تو اس سے آگے بڑھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔ وہ ملک جس کے اندر 95 فیصد مسلمان ہوں اور اس میں اللہ تعالیٰ کا دین قائم نہ ہو، اس میں اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید کے مطابق فیصلے نہ ہوتے ہوں، اس میں فیصلے انگریز کے قانون کے مطابق ہوتے ہوں تو اس سے بڑی ہماری بدبختی کیا ہوگی؟ ہم نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ وہ جو قرآن مجید پر عمل کرنے کی بات ہے قرآن مجید پر عمل کرنے کے دو درجے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات دو طرح کے ہیں۔ ایک قرآن مجید کے احکامات وہ ہیں جو انفرادی زندگی سے متعلق ہیں کہ انسان آج اور ابھی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فرمانبردار بن جائے۔ آج سے اور ابھی سے۔ ہاں کچھ احکامات قرآن مجید کے ایسے ہیں کہ جن کے لئے نظام کی تبدیلی ضروری ہے۔ جب تک نظام نہ بنے جب تک قانون وہ نہ ہو اس وقت تک قرآن مجید کے احکامات پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ تو ان احکامات پر عمل کرنا بھی ہماری بنیادی دینی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق (شریعت کے مطابق) فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔ وہی تو ظالم ہیں، وہی تو فاسق ہیں۔ تین آیتیں آئی ہیں قرآن مجید میں تین فتوے اللہ تعالیٰ نے لگا دیے ان لوگوں پر جو اجتماعی سطح پر بھی اپنے ملک میں دین کا نظام نافذ نہیں کرتے۔ مسلمانوں کی تعداد کم ہو مثلاً کوئی ملک ایسا ہے جہاں مسلمان 15 فیصد ہیں اور کافر 85 فیصد ہیں تو وہاں دین نافذ کرنے کی بہت محنت کرنی پڑے گی، لیکن وہ ملک جس میں 95-96 فیصد مسلمان ہیں پھر بھی دین غالب نہیں ہے۔ پاکستانی مسلمان اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے۔

یہ بات تھی کہ جس کی طرف توجہ کروانے کی ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے 27 رمضان 1366 ہجری کو یہ پاکستان ہمیں عطا کیا تھا اور آج 80 واں سال شروع ہونے کو ہے لیکن ہم نے اس ملک میں دین کی طرف کوئی پیش قدمی نہیں کی۔ سب سے بڑی بات کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ ہے، سود ___ وہ بھی ہمارے ملک میں جائز ہے۔ اتنی بڑی نافرمانی سے ہم توبہ کرنے کو تیار نہیں۔ ہمارے ملک کی عدالت نے بھی یہ فیصلہ دیا ہے کہ سود حرام ہے اور مسلمانوں نے ہی اس

فیصلے کے خلاف اپیلیں دائر کر رکھی ہیں کہ یہ سود بند نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ایک اور موقع ہے کہ ہم سوچیں اپنے بارے میں اپنے ملک کے بارے میں اپنے ملک کو دین کے اعتبار سے آگے بڑھانے کی کوشش کریں۔ دنیا میں ہم وہ خوش قسمت قوم ہیں کہ جن کی دینی ذمہ داریاں اور قومی ذمہ داریاں ایک ہی ہیں۔ اس وقت پاکستان کے علاوہ شاید ہی دنیا میں کوئی ایسا ملک ہو جو دین کے نام پر بنا ہو، باقی ممالک قومیّت کے نام پر بنے ہیں۔ یہ پاکستان ہے کہ جس کو اسلام کے نام پر بنایا گیا۔ اس ملک کے اندر رہنے والوں کی دینی ذمہ داریاں اور قومی ذمہ داریاں ایک ہی ہیں۔ دین کا بھی یہی مطالبہ ہے کہ دین نافذ ہو اور پاکستان بنانے کا مقصد ہی یہ تھا دین نافذ ہو۔ تو اس ملک میں دین کے حوالے سے محنت کرنا دین کے غلبے کی جدوجہد کرنا، یہ تو اس ملک کو مضبوط بنانے کے مترادف ہے۔ یہ جس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا یہ اس مقصد کی طرف پیش قدمی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تینوں باتوں کی طرف توجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

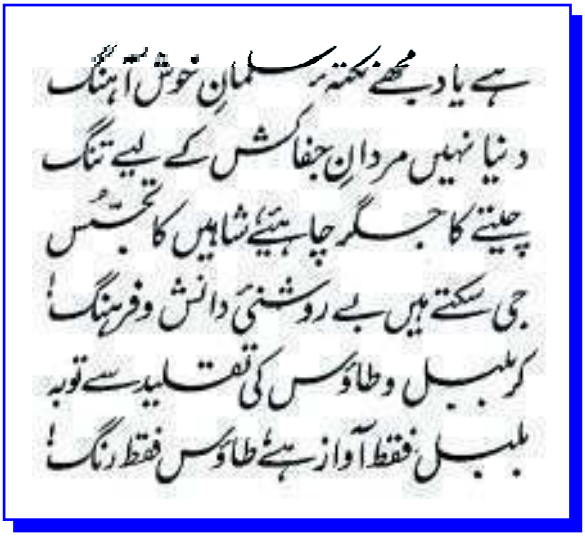

دورۂ ترجمۃ القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ ومختصر تشریح

مدرس: انجینئر مختار فاروقیؒ

سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰنَ

آیات 38 تا 41

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ — وہیں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی

اللہ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام کی اس وقت سو سال کے لگ بھگ عمر تھی اور ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ ان کی اہلیہ محترمہ بھی بوڑھی ہو چکی تھیں۔ جب انھوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کیا تو ان کے دل میں جو اولاد کی خواہش تھی وہ دفعتہً بھڑک اُٹھی کہ کاش میرا بھی اسی طرح کا ہونہار کوئی بیٹا ہوتا اسی طرح حکمت کی اچھی باتیں بتانے والا اور وہ میری وراثت کو سنبھالتا۔ یہ واقعہ سورۃ مریم میں بھی بیان ہوا ہے، جو اس سے پہلی نازل ہو چکی تھی۔ جیسے آدمی کے دل میں اولاد کی ایک حسرت ہوتی ہے اس طرح ان کو بھی ہوئی اور انہوں نے اللہ سے دعا کی۔

قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً — کہا: اے میرے رب! تو مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما

اے اللہ! تیرے لیے تو کوئی کام ناممکن نہیں ہے تو اپنی قدرت سے حضرت مریم کو یہ سب کچھ دے رہا ہے تو مجھے بھی پاکیزہ اولاد عطا فرما۔

اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾ — بے شک تو دعاؤں کا سننے والا ہے

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ پھر اس کو آواز دی فرشتوں نے جب کہ وہ محراب میں نماز کے لیے کھڑے تھے

یعنی حضرت زکریا وہاں سے اپنے حجرے میں چلے گئے اور نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو اللہ کی طرف سے فرشتے نازل ہوئے اور انہوں نے ان کو بتایا کہ اے زکریا!

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے

یعنی سو سال کی عمر میں ایک بیٹے کی بشارت دے رہا ہے اور اس کا نام یحییٰ ہوگا

مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ جو گواہی دے گا اللہ کے ایک حکم کی

وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا اور وہ سردار اور حصور ہوگا

یعنی وہ ساری زندگی شادی نہیں کرے گا

وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ اور وہ نبوت کے مقام پر سرفراز ہوگا صالح ہوگا

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ زکریا نے کہا: اے میرے رب! کیسے میرا بیٹا ہو جائے گا

پہلے دعا تو مانگ لی اب احساس ہوا کہ میری عمر سو سال ہے میری بیوی بانجھ ہے جسے پہلے ساری زندگی اولاد ہوئی نہیں، اب اس عمر میں اس سے کیسے اولاد ہو جائے گی۔

وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ حالانکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں

وَ امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ اور میری بیوی تو بانجھ ہے

قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی طرح، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کر دیتا ہے

اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تو بغیر اسباب کے بھی کام ہو جاتا ہے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً انہوں نے عرض کی: اے رب! اس کی کوئی نشانی مجھے بتا دیں کہ اے اللہ یہ ہونا ہی ہے تو اس کی کوئی نشانی مجھے بتا دیں تا کہ میں اس کی ناقدری نہ کروں

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا اللہ نے فرمایا کہ تیری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن لوگوں سے کلام نہیں کرو گے مگر اشارے سے

یعنی تمہاری نشانی یہ ہے کہ تین دن کے لیے تم پر ایک ایسی کیفیت طاری ہو جائے گی کہ تم زبان سے

بات نہیں کرسکو گے، اشارے سے بات کرسکو گے۔

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ اور اپنے رب کو کثرت سے یاد رکھو اور صبح شام اس کی تسبیح کیا کرو

آیات 42 تا 54

یہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس کے متوازی دوسرا معاملہ چل رہا ہے کہ اب حضرت مریم کی تربیت ہوگئی ہے ان کی کفالت بھی ہوچکی ہے اور اب وہ بڑی ہوگئیں ہیں۔ آگے ذکر ہے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ اسی طرح فرشتے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھی آئے

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ طَهَّرَكِ اللہ نے تمہیں چن لیا ہے اور پاک کردیا ہے

یعنی پاکیزہ تمام اخلاقی اور عملی برائیاں آپ سے دور کردی ہیں

وَ اصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ اور تمام جہانوں کی عورتوں پر تمہیں فضیلت دے دی ہے

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ اے مریم اپنے رب کی بندگی اختیار کرو

وَ اسْجُدِيْ وَ ارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اور سجدہ کرو اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ

یعنی جیسے دوسرے لوگ اللہ کی بندگی کررہے ہیں تم بھی اللہ کی بندگی میں لگی رہنا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں

وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اور آپ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے جب وہ اپنی قلمیں پھینک رہے تھے

اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا

جب حضرت مریم ہیکل سلیمانی کے لیے وقف ہوئی ہیں تو وہاں کے بہت سے لوگ چاہتے تھے کہ اتنی ہونہار بچی میرے زیر تربیت آئے اس کا فیصلہ ٹاس کے ذریعے سے کرنا پڑا کہ وہ

کس کے زیر تربیت رہیں گی۔ تو جب وہ اپنی قلمیں پھینک رہے تھے آپ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ یہ وحی ہے جو اللہ ہی کی طرف سے آپ کے پاس آ رہی ہے۔

وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اور آپ اس وقت بھی وہاں موجود نہیں تھے جب وہ آپس میں اختلاف کر رہے تھے اس بارے میں

آگے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے ایک بہت سخت امتحان کا ذکر ہے۔ اللہ کے لیے تو حضرت مسیح علیہ السلام کو پیدا کرنا مشکل نہیں تھا لیکن جہاں تک ایک انسانی امتحان کا تعلق ہے حضرت مریم کا بہت ہی سخت امتحان ہے جو اللہ کی طرف سے ہوا تھا۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ جب کہا فرشتوں نے

حضرت مریم سے یہ خطاب یا تو اسی خطاب کے دوران میں ہوا تھا یا اس کے علاوہ دوسری دفعہ فرشتے آئے تھے اور انھوں نے حضرت مریم سے خطاب کیا کہ

يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اے مریم! آپ کو اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے ایک کلمہ کی

یعنی ایک بیٹے کی کہ وہ تمہارے ہاں اللہ کے حکم سے ہوگا

اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ جس کا نام ہوگا مسیح عیسیٰ ابن مریم

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ بہت عزت والا ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ اور وہ اللہ کے بہت مقرب بندوں میں ہوگا

وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا اور وہ گود میں بھی لوگوں سے کلام کرے گا اور پکی عمر میں بھی

یہ اس کی ایک خصوصیت ہوگی۔ بچپن میں عام طور پر کوئی باتیں نہیں کرتا لیکن حضرت مسیح باتیں کریں گے۔ یہ ایک معجزہ ہو گیا۔ لیکن کہولت یعنی چالیس پچاس سال کی عمر میں تو سارے ہی باتیں کرتے ہیں یہ کون سا معجزہ ہے؟ اس میں دراصل اشارہ ہے کہ حضرت مسیح کا جوانی کی عمر میں دنیا سے رفع آسمانی ہوگا پھر وہ دوبارہ تشریف لائیں گے اور اپنی کہولت کی عمر اسی دنیا میں لوگوں کے درمیان گزاریں گے اور لوگوں سے باتیں کریں گے۔ یہ ان کا معجزہ ہے جس کے لیے پکی عمر کا

خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ بچپن میں باتیں کرنا ایک معجزہ ہے ٹھیک ہے لیکن وہ پکی عمر میں بھی باتیں کریں گے یہ تو معجزے والی بات تبھی ہوسکتی ہے جیسے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ان کا رفع آسمانی ہوا ہے اور قرب قیامت میں وہ دوبارہ تشریف لائیں گے اور یہاں وقت گزاریں گے، شادی کریں گے۔ احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے ساری تفاصیل بتائیں ہیں۔

وَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۴۶﴾ اور (اے مریم) وہ نیکوکار لوگوں میں سے ہوگا

اچھے بخت والا ہوگا

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ حضرت مریم نے کہا: اے میرے رب! کیسے ہوجائے گا میرا بیٹا

وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ مجھے تو کبھی کسی انسان نے چھوا بھی نہیں

یعنی جو عام طور پر کسی بچے کی پیدائش کا واقعہ ہوتا ہے شادی ہو، مرد اور عورت آپس میں ملیں تو اس کے بعد ہی بچے کی پیدائش کا مرحلہ ہوتا ہے۔ تو حضرت مریمؑ نے کہا کہ اے اللہ مجھے تو کسی انسان نے کبھی چھوا ہی نہیں ہے تو میرے ہاں کیسے بیٹے کی پیدائش ہوجائے گی۔

قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ اللہ نے فرمایا: اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے وہ پیدا کر دیتا ہے

اللہ نے آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر دیا تو حضرت عیسیٰ کی ماں تو ہے جس کے ذریعے سے پیدا کر رہا ہے تو یہ اس کے لیے ناممکن بات نہیں ہے۔

اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے

فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ تو اللہ تعالیٰ اس سے کہتا ہے ہوجا

فَیَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وہ ہوجاتا ہے

وَ یُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ﴿۴۸﴾ اللہ تعالیٰ اس کو سکھائے گا کتاب اور حکمت کی باتیں اور تورات اور انجیل

وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اور وہ رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف

یہاں خصوصیت کے ساتھ بات آ گئی کہ حضرت مسیح خاص بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے، ان کی دعوت بھی آفاقی نہیں تھی۔ آفاقی دعوت صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

یہاں درمیان کے واقعات کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت مسیح کی ولادت ہوگئی، ان کی تربیت ہوگئی، وہ بڑے ہوگئے اور وہ رسول بنا دیے گئے۔ اب وہ لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں:

اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ بے شک میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لے کر تمہارے رب کی طرف سے

آگے جو معجزے حضرت مسیح کو دیے گئے ان کی زبان سے ان کا ذکر ہے

اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ میں تمہارے لیے مٹی سے ایک پرندہ کی شکل بناتا ہوں

فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں پھر وہ اڑتا ہوا پرندہ بن جاتا ہے اللہ کے حکم سے

یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ مٹی سے ایک پرندے کی شکل بنائی اور اس بے جان کو زندگی دے دی۔ یہ حضرت مسیح کا خاص معجزہ ہے۔

وَ اُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ اور میں اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو

وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے (اپنے اختیار سے نہیں)

وَ اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَ مَا تَدَّخِرُوۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ اور میں بتا دیتا ہوں تمہیں جو کچھ تم کھا کے آئے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں چھوڑ کر آئے ہو

یہ جو عام طور پر غیب کی خبریں ہیں یہ بھی میں تمہیں بتا دیتا ہوں

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۹﴾ بے شک اس میں تمہارے لیے نشانیاں ہیں اگر تم ایمان رکھتے ہو

وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ اور میں تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں اس تورات کتاب کی جو مجھ سے پہلے ہے

وَ لِاُحِلَّ لَکُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ حُرِّمَ عَلَیۡکُمۡ اور تاکہ میں حلال کر دوں بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں

یعنی اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی آتی ہے اس کے مطابق کچھ اس تورات کے احکام میں تبدیلی بھی ہوگی تمہارے سامنے کروں گا

وَ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانی لے کر تمہارے رب کی طرف سے

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ سو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میرا کہنا مانو

یہ اہل کتاب سے انہوں نے خطاب کیا جن کی طرف وہ رسول بنا کر بھیجے گئے تھے کہ اللہ سے ڈرو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میرا انکار نہ کرو اور مجھ پر ایمان لاؤ

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے

یعنی میرا بغیر باپ کے پیدا ہونا اُلوہیت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ عیسائیوں نے جو حضرت مسیح کو اللہ کا بیٹا بنا دیا ہے اور اس کو بیٹا ہونے کی حیثیت سے خدائی میں شریک کر دیا تو انجیل میں اب بھی اسی طرح الفاظ ہیں جیسے یہاں کہا گیا اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ انجیل میں بات کرنے کا جو انداز ہے غالباً وہاں اللہ کو آسمانی باپ کہا گیا ہے یعنی اللہ کو ایک باپ اور عزت والے کی حیثیت سے خطاب کیا گیا ہے کہ وہ تمہارا بھی باپ ہے میرا بھی باپ ہے۔ اگر اس سے حضرت مسیح کو خدا کا شریک بنانا ہے تو باقی جتنے لوگ ہیں ان کا بھی وہ باپ ہے تو وہ سارے بھی الوہیت میں شریک ہو جائیں گے گویا کہ حضرت مسیح اس میں اکیلے نہیں ہیں۔

فَاعْبُدُوْهُ اسی اللہ کی بندگی اختیار کرو

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾ یہی سیدھا راستہ ہے

فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ پھر جب عیسیٰ نے محسوس کیا ان کی طرف سے کفر کو

حضرت مسیح علیہ السلام کی اس دعوت و تبلیغ کا زمانہ کل اڑھائی برس ہے۔ تیس سال کی عمر میں ان کو نبوت و رسالت ملی ہے اور تینتیس سال کی عمر میں ان کا رفع آسمانی ہو گیا کل اڑھائی برس ان کی دعوت و تبلیغ کا کام ہوا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو دعوت دیتے رہے، ان میں سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے، زیادہ نے دشمنی کی۔ اور یہود کی دشمنی اور ان کی سازشیں

یہ سارا کچھ تو دنیا میں ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام نے ان سے کفر کو بھانپ لیا یعنی وہ ان سے ناامید ہوگئے اور انھیں اندازہ ہوگیا کہ یہ یہود ان کی جان کے درپے ہیں تو وہ اور لوگوں کے پاس، مختلف جگہوں پر مختلف بستیوں میں گئے۔

قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ — کہا: کون میرے مددگار ہیں اللہ کی راہ میں

قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ — تو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں

حواری کا لفظ عبرانی زبان میں دھوبی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ وہ پہلے جس بستی میں گئے تھے وہ دھوبیوں کی بستی تھی (جو کپڑوں کو دھو کر سفید کرتے ہیں) تو اسی سے حضرت مسیح علیہ السلام کے شاگردوں کے لیے یہ لفظ استعمال ہوگیا کہ پہلے اس بستی میں گئے۔ ان میں سے دو آدمی نے کہا ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اسی طرح وہ مچھیروں اور ملاحوں کی بستی میں گئے ان سے کہا: اے مچھلیوں کا شکار کرنے والو! آؤ میں تمہیں انسانوں کا شکار کرنا سکھاؤں۔ وہاں سے بھی کچھ لوگ ان کے ساتھ ہوگئے۔ کل بارہ حواری ان کی زندگی میں ان کے شاگرد بنے تھے ان میں سے بھی ایک نے دھوکہ دیا اور ان کو گرفتار کروانے کی سازش میں شریک ہوگیا۔ ان حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔

اٰمَنَّا بِاللّٰہِ — ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر

وَاشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ — اور آپ گواہ رہیے کہ ہم اللہ کے فرمانبردار ہوگئے ہیں

ہم نے اللہ کا حکم قبول کرلیا ہے

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ — اے رب ہمارے ہم ایمان لائے اس چیز پر جو آپ نے نازل کی ہے

وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ — اور ہم نے آپ کے رسول کی اتباع کی ہے

فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ﴿۵۳﴾ — اور اے اللہ ہمیں گواہوں میں سے لکھ لے

وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ﴿۵۴﴾ — اور اہل کتاب (یہود) نے سازشیں کیں اور اللہ نے بھی ان کی سازشوں کے مقابلے میں داؤ کیا اور اللہ تعالیٰ بہتر داؤ کرنے والا ہے

اللہ تعالیٰ جو پلاننگ کرے گا وہ یہود و نصاریٰ اور دوسروں کی پلاننگ سے کہیں بہتر ہے۔

آیات 55 تا 63

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی — (اس وقت کو یاد کرو) جب کہا تھا اللہ نے اے عیسیٰ!

اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡكَ میں تمہیں پورے کا پورا اُٹھالوں گا

وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ اور تمہیں اپنی طرف اوپر (آسمانوں پر) لے جاؤں گا

وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا اور تمہیں پاک کردوں گا ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا ہے یعنی اہل کتاب کے نقصان سے تمہیں بچالوں گا

وَ جَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡكَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ اور ان لوگوں کو جو تیرے پیروکار ہیں فوقیت دوں گا ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا قیامت کے دن تک

اے مسیح تم پر ایمان لانے والوں یعنی نصاریٰ کو فوقیت دے دوں گا ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا یعنی یہودیوں پر۔ اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع آسمانی کے چالیس سال بعد سن 70 عیسوی میں بیت المقدس مسمار ہوا۔ اس وقت سے لے 1917ء تک یہ وہاں آباد نہیں ہوسکے۔ مسلمانوں نے ان کو یروشلم میں آنے جانے کی اجازت دی ہے ورنہ کہاں سن 70 عیسوی اور کہاں 1917 عیسوی۔ درمیان میں وہ مسلمانوں کی اجازت سے آتے جاتے تھے ورنہ انہیں وہاں بسنے کی تو اجازت ہی نہیں تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو کہا تھا کہ تمہارے ماننے والوں کو فوقیت دے دوں گا ان یہود پر۔ یہ ہمیشہ ان کے تابع رہیں گے، ان کے زیر اثر رہیں گے۔★

★ یہود جنھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کا انکار کیا تھا اس وقت سے لے کر موجودہ زمانے تک حضرت مسیح کے پیروکاروں سے مار کھاتے رہے ہیں۔ حضرت مسیح 30ء یا 33ء میں آسمان پر اُٹھا لیے گئے تھے اور اس کے بعد سے یہود پر عیسائیوں کے ہاتھوں مسلسل عذاب کے کوڑے برستے رہے ہیں۔ حضرت مسیح کے رفع سماوی کے چالیس برس بعد 70ء میں ٹائٹس رومی کے ہاتھوں ہیکل سلیمانی مسمار ہوا اور یروشلم میں ایک لاکھ بیس ہزار یا ایک لاکھ تینتیس ہزار یہودی ایک دن میں قتل کیے گئے۔ گویا دو ہزار برس ہونے کو ہیں کہ ان کا کعبہ گرا پڑا ہے۔ اس کی صرف ایک دیوار (دیوارِ گریہ) باقی ہے جس پر جا کر یہ رو دھو لیتے ہیں۔

ہیکل سلیمانی اوّلاً بخت نصر نے چھٹی صدی قبل مسیح میں مسمار کیا تھا اور پورے یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔ اُس نے لاکھوں یہودی تہ تیغ کر دیے تھے اور لاکھوں کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا تھا۔ یہ ان کا اسارت (Captivity) کا دور کہلاتا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے زمانے میں یہ فلسطین واپس آئے تھے اور ''معبد ثانی'' تعمیر کیا تھا' جو 70ء میں منہدم کر دیا گیا اور انھیں فلسطین سے نکال دیا گیا۔ چنانچہ یہ مختلف ملکوں میں منتشر ہوگئے۔ کوئی روس، کوئی ہندوستان، کوئی مصر اور کوئی یورپ چلا گیا۔ اس طرح یہ پوری دنیا میں پھیل==

ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ پھر تمہیں میری ہی طرف لوٹنا ہے

فَاَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ فِیۡمَا کُنۡتُمۡ فِیۡہِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۵۵﴾ پھر میں فیصلہ کردوں گا تمہارے درمیان اس چیز میں جس میں تم اختلاف کرتے رہے تھے

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سو وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے

فَاُعَذِّبُہُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ انہیں تو میں شدید عذاب دوں گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

وَمَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾ اور ان کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا

وَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جو ایمان لائیں گے اور اچھے کام کریں گے

== گئے۔ یہ ان کا دورِ انتشار (Diaspora) کہلاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب عیسائیوں نے ایک معاہدے کے تحت یروشلم مسلمانوں کے حوالے کر دیا تو حضرت عمرؓ نے اسے کھلا شہر (open sity) قرار دے دیا کہ یہاں مسلمان، عیسائی اور یہودی سب آ سکتے ہیں۔ اس طرح ان کی یروشلم میں آمد و رفت شروع ہوگئی۔ البتہ عیسائیوں نے اس معاہدے میں یہ شرط لکھوائی تھی کہ یہودیوں کو یہاں آباد ہونے یا جائیداد خریدنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے سے خلافت عثمانیہ کے دور تک اس معاہدے پر عمل درآمد ہوتا رہا اور یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ یہودیوں نے عثمانی خلفاء کو بڑے سے بڑی رشوتوں کی پیشکش کی، لیکن انھیں اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے سازشیں کیں اور خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کروا دیا۔ اس لیے کہ انھیں یہ نظر آتا تھا کہ اس خلافت کے ہوتے ہوئے یہ ممکن نہیں ہوگا کہ ہم کسی طرح بھی فلسطین میں دوبارہ آباد ہوسکیں۔ انھوں نے 1917ء میں برطانوی وزیر بالفور (Balfor) کے ذریعے ''بالفور ڈیکلریشن'' منظور کرایا، جس میں ان کو یہ حق دیا گیا کہ وہ فلسطین میں آ کر جائیداد بھی خرید سکتے ہیں اور آباد بھی ہوسکتے ہیں۔ اس ڈیکلریشن کی منظوری کے 31 برس بعد اسرائیل کی ریاست وجود میں آ گئی۔ یہ تاریخ ذہن میں رہنی چاہیے۔

اب ایک طرح سے محسوس ہوتا ہے کہ یہودی دنیا بھر میں سیاست اور اقتدار پر چھائے ہوئے ہیں، تعداد میں ڈیڑھ کروڑ سے بھی کم ہونے کے باوجود اس وقت دنیا کی معیشت کا بڑا حصہ ان کے کنٹرول میں ہے۔ لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سب کچھ عیسائیوں کی پشت پناہی کی وجہ سے ہے۔ اگر عیسائی ان کی مدد نہ کریں تو عرب ایک دن میں ان کے ٹکڑے اڑا کر رکھ دیں۔ اِس وقت پوری امریکی حکومت ان کی پشت پر ہے، بلکہ White Anglo Saxon Protestants یعنی امریکہ اور برطانیہ تو گویا ان کے زرخرید ہیں، دوسرے عیسائی ممالک بھی ان کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ بہرحال اب بھی صورت حال یہ ہے کہ اوپر تو عیسائی ہی ہیں اور یہ معنوی طور پر سازشی انداز میں نیچے سے انھیں کنٹرول کر رہے ہیں۔ (اقتباس از بیان القرآن۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ)

فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ان کو تو میں پورا پورا بدلہ دے دوں گا

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ ﴿٥٧﴾ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا

ذٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ یہ باتیں جو ہم آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں

مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿٥٨﴾ آیات ہیں اور حکمت والا ذکر ہے

اور یہ بہت ہی حکمت والا تحقیقی ذکر ہے جو ہم آپ تک پہنچا رہے ہیں

اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ بے شک مثال عیسیٰ کی اللہ کے نزدیک آدم کی مثال ہے

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بناتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کا کوئی باپ نہیں تھا اور انجیل میں کہا کہ اللہ میرا باپ ہے۔ ان باتوں کو دلیل بنا کر انھوں نے کہہ دیا کہ وہ اللہ کا بیٹا ہو گئے۔ اللہ کا بیٹا ہو گئے تو اُلوہیت میں شریک ہو گئے۔ لہٰذا وہ تین خداؤں میں سے ایک ہو گئے۔ نہ جانے کتنے رستے ہیں جو گمراہی کے شرک میں انہوں نے آگے سے آگے چلا دیے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی سی ہے

خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ آدم کو اللہ نے مٹی سے بنایا تھا

ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ پھر اس سے کہا کہ ہو جا وہ ہو گیا

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کر دیا تو حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ تو ہے ان کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا۔ اگر بغیر واسطے سے پیدا ہونے سے خدائی میں شریک ہونا ہے تو پھر حضرت آدم کو بھی خدا بنانا چاہیے وہ تو ماں باپ دونوں واسطوں کے بغیر پیدا ہو گئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ نہ وہاں الوہیت ہے نہ یہاں الوہیت ہے۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ یہ حق ہے جو تیرے رب کی طرف سے آیا ہے تو آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے

ہماری ازدواجی زندگی

(قسط اوّل)

خطاب: ڈاکٹر عبد السمیع

معروف دینی سکالر جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب (صدر انجمن خدام القرآن فیصل آباد) نے قرآن اکیڈمی ملتان میں منعقدہ ایک پروگرام میں مذکورہ عنوان پر یہ اہم تقریر کی تھی، جسے ریکارڈ کرلیا گیا تھا۔ رسالہ ہٰذا کے اہم رکن شوریٰ محترم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب (سابق پرنسپل ڈگری کالج ٹوبہ ٹیک سنگھ) بڑی محنت سے اسے تحریری شکل میں لائے ہیں اور قارئین حکمت بالغہ کے استفادہ کے لیے شائع کی جارہی ہے۔ قارئین یہ تقریر قرآن اکیڈمی ملتان کے یوٹیوب چینل پر سماعت بھی کر سکتے ہیں۔ (ادارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَن لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (النساء:34)

وقال عزوجل:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O (التغابن:14)

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ:

أَلَا أُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ؟ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ (سنن ابی داؤد)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْم

محترم بزرگو اور دوستو! عزیزو اور بھائیو! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آج مجھے ایک بہت ہی اہم موضوع پر گفتگو کرنی ہے اور وہ ہے ''ہماری ازدواجی زندگی''۔ ہماری ازدواجی زندگی ہمارے لیے اس زندگی کا بہت ہی دلچسپ پہلو ہے اور بلاشبہ ہمارا سب سے بڑا امتحان بھی ہے۔ ازدواجی زندگی کو سمجھنے سے پہلے ایک بنیادی بات سمجھنی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ 'مرد اور عورت دونوں IDENTICAL وجود نہیں ہیں'۔

جنھوں نے کچھ بیالوجی پڑھی ہے وہ جانتے ہیں کہ زندہ اجسام کا وجود Cells سے بنتا ہے اور ہر Cell کی ایک cell wall ہوتی ہے جس کے اندر پروٹوپلازم (PROTOPLASM) ہوتا ہے اور اس کے اندر ایک Nucleus ہوتا ہے اور Nucleus کے اندر کچھ دھاگے سے دکھائی دیتے ہیں لیکن جب زیادہ تفصیل سے ان کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے Complex Structures ہیں جو High power Electron Microscope سے نظر آتے ہیں، انہیں کروموسوم (CHROMOSOME) کہتے ہیں۔ انسان کے ہر Cell میں 46 کروموسوم 23 جوڑوں کی شکل ہوتے ہیں اور ان کی پہچان XX اور XY سے کی جاتی ہے۔ عورت کے تمام Cells میں سب کے سب کروموسوم XX ہوتے ہیں جبکہ مرد کے ہر Cell میں ایک جوڑا XY ہوتا ہے یعنی 46 میں سے ایک کروموسوم کا فرق ہوتا ہے اور یہی وہ جوڑا ہے جس کی Division سے اگر X والا half cell عورت کے Ovam کے ساتھ ملتا ہے تو بچی پیدا ہوتی ہے اور اگر Y والا ملتا ہے تو بچہ پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ یہ فرق جسم کے ہر Cell کے اندر ہے لہٰذا جسم کے وہ حصے جو ایک جیسے نظر آتے ہیں وہ بھی ایک جیسے نہیں ہیں۔ جیسے یہ ایک میز ہے جو لکڑی اور چپ بورڈ کا بنا ہوا ہے ایسا ہی میز اسی شکل کا اگر لوہے کا بنا ہوا ہو اور ایسا ہی کسی پکی لکڑی کا بنا ہوا ہو یا فائبر گلاس کا بنا ہوا ہو تو سب ایک جیسے نظر آئیں گے لیکن حقیقت میں ایک جیسے نہیں ہوں گے۔

ان کی ہر چیز مختلف ہوگی۔ ان کی Crushing Strength مختلف ہوگی، Tensile Strength مختلف ہوگی، آواز مختلف دیں گے، Heat Conduction کے اعتبار سے اور Electric Conduction کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔ تو مرد اور عورت کے بعض حصے بلکہ اکثر حصے ایک جیسے دِکھتے ہیں مردوں کے ہاتھ کی بھی چار انگلیاں اور ایک انگوٹھا ہے، عورت کے ہاتھ کی بھی چار انگلیاں اور ایک انگوٹھا ہے لیکن اگر اس کو آپ Chromosomes کے نقطۂ نظر سے جائزہ لیں گے تو پتہ چلے گا کہ وہ ایک جیسے نہیں ہیں، پورے کے پورے وجود مختلف ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو صاحب روح بنایا ہے۔ دونوں انسان ہیں اور دونوں کے اندر روح ہے۔ لیکن آپ یوں سمجھ لیں کہ انسان انسان میں فرق ہے۔ ___ باقی رہ گیا یہ معاملہ کہ اللہ تعالیٰ نے کس کو کس پر فضیلت دی ہے؟ ___ کسی بھی ادارے میں جو اس کا مالک ہوتا ہے اس کے پاس اختیارِ کلی ہوتا ہے کہ وہ کس کو جنرل مینیجر بنائے اور کس کو سیلز مینیجر بنائے، کس کو Purchase کی ذمہ داری دے، کس کو Production پر لگائے۔ یہ سب اس کا اختیار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ ہمارا مالک ہے لہٰذا اس نے اپنے اختیار سے گھر کی چار دیواری کے اندر مرد کو Manager اور ذمہ دار مقرر کیا ہے اور عورت کو اس کا Helper (معاون) مقرر کیا ہے۔ وہ چاہتا تو عورت کو فوقیت دے دیتا تو کوئی بھی اس سے پوچھ نہیں سکتا تھا کہ ایسا کیوں کیا ہے؟

میں نے سورۂ نساء کی ایک آیت 34 کا جو حصہ آپ کو سنایا ہے اس میں ارشاد ہوا:
﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ مرد عورتوں پر مینیجر مقرر کیے گئے ہیں ذمہ دار بنائے گئے ہیں ﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ جیسے اللہ تعالیٰ انسانوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دیتا ہے۔ اور وہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے مردوں کے اندر بھی مختلف پہلوؤں سے ایک کو دوسرے پر دی ہے۔ ہم میں سے کوئی Handsome (خوبصورت) ہے، کوئی زیادہ Intelligent ہے، کوئی دراز قد ہے، کوئی چھوٹے قد کا ہے، کوئی معاملہ فہم ہے، کوئی یاد کرنے میں بڑی صلاحیت رکھتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے۔ اس نے جسے چاہا جہاں چاہا جب چاہا جیسا چاہا پیدا کیا ہم اس چیز کو چیلنج نہیں کر سکتے کہ اے اللہ! تو نے مجھے اِن ماں باپ، جن کو اب میں پہچانتا ہوں، کی بجائے اُن

ماں باپ کا بیٹا کیوں نہیں بنایا؟ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اختیار کلی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے Handsome بنایا ہے وہ Handsome ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے Handsome نہیں بنایا وہ بھی اللہ تعالیٰ سے لڑ نہیں سکتا کہ تو نے مجھے Handsome کیوں نہیں بنایا۔ اس لیے کہ مالک و مختار وہ ہے اس کا اختیار ہے کہ کیا بنانا ہے کیسے بنانا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا مرد بنایا اور جس کو چاہا عورت بنایا۔ مرد کتنا ہی چاہتا ہو کہ میں بھی عورت ہوتا اور میری بڑی کشش ہوتی لوگ مجھ پر مرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو مرد بنایا ہے and vice versa عورت جتنا مرضی محسوس کرے کہ مجھے مرد کیوں نہیں بنایا۔ اصل بات کیا ہے؟ ﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو قوام بنایا ہے۔ گھر کا ذمہ دار بنایا ہے جو اس کا فیصلہ ہے۔ کسی کو اچھا لگے یا برا لگے اسے بہرحال یہ فیصلہ قبول کرنا ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ذمہ داری مرد کو سونپی ہے اس کو اپنی وہ ذمہ داری نبھانی ہے اور جو ذمہ داری عورت کو سونپی ہے اس نے وہ ذمہ داری نبھانی ہے۔ تب تو ازدواجی زندگی خوشگوار گزرے گی اور اگر ان دونوں میں سے کوئی اپنی اس ذمہ داری پر خوش ہی نہیں ہے کہ مجھ پر یہ بوجھ کیوں ڈال دیا؟ اور عورت سمجھے کہ مجھے مرد کا ماتحت کیوں بنا دیا تو پھر آغاز ہی سے یہ معاملہ گڑبڑ میں چلا جائے گا۔ تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی مرد ہے تو اُسے یہ بات Recognize (تسلیم) کرنی ہے کہ میرے مالک کا فیصلہ ہے کہ میں مرد ہوں اور ایک عورت کو Realize کرنا ہے کہ میرے مالک اور میرے رب کا فیصلہ ہے کہ میں عورت ہوں اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ مجھے منظور ہے۔ لہٰذا مجھے اپنی اس حیثیت میں کام کرنا ہے۔ کسی بھی ادارے میں جس کی ڈیوٹی Management کی ہے اس کو Management ہی کرنی ہے وہ کہے کہ میں اپنے ہاتھ سے Production کروں تو وہ غلط کام کر رہا ہے۔ Production کرنے کے لیے اس ادارے کے مالک نے کچھ اور لوگ Hire کیے ہیں اور اس کو Management کے لیے Hire کیا ہے تو اس کو Manager ہونا چاہیے۔ باقی جہاں بھی فرق ہوگا کہ کوئی مینیجر ہے اور کوئی اس کے ماتحت ہے تو وہاں ڈسپلن کا تقاضا یہ ہے کہ جو بھی ماتحت ہے وہ اپنے مینیجر کا، اپنے Boss کا حکم مانے۔ یہی بات آپ یہاں دیکھتے ہیں کہ ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ مرد عورتوں پر مینیجر بنائے گئے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے بعض کو بعض پر یعنی ایک دوسرے پر فضیلت دیتا ہے۔ مزید برآں ﴿وَبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ ''مردوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مالوں میں سے خرچ کریں''۔ یعنی گھر کو Finance کرنا (سرمایہ لگانا) وہ بھی گھر کے مینیجر کی ذمہ داری ہے۔ وہ عورت کی ذمہ داری نہیں۔ اگر کوئی عورت کما کے لاتی ہے تو وہ اپنے شوہر کی Help کر رہی ہے جس پر اس کے شوہر کو اس کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ جبکہ عام طور پر یہ معاملہ الٹ ہوتا ہے کہ نکھٹو مرد اپنی بیویوں کو جو کما کے لاتی ہیں ان کو مارتے بھی ہیں ڈانٹتے بھی ہیں۔ تو اس کا کچھ نہ کچھ حیا انسان کو کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری مجھ پر ڈالی تھی کہ میں کما کے لاؤں اور گھر کو Finance کروں اگر میری بیوی اس میں میری کچھ Help کر رہی ہے تو مجھے اس کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ البتہ جہاں تک ڈسپلن کا تعلق ہے وہ بہرحال یہی ہے کہ جو بھی Subordinate ہے یعنی جو بھی ماتحت ہے وہ اپنے مینیجر کا حکم مانے گا تب گاڑی چلے گی اس کے بغیر گاڑی نہیں چل سکتی۔

دیکھیں! قرآن مجید میں بالعموم جہاں بھی نیکی کا تذکرہ آتا ہے سب سے پہلی چیز نماز ہوتی ہے۔ آپ نے سورۃ المومنون کی ابتدائی 11 آیات اور سورۃ المعارج کی 19 تا 35 آیات کا درس سنا ہوگا، دونوں مقامات پر اوّل و آخر نماز کا ذکر ہے۔ سورۂ مومنون کی ان آیات میں ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ اور آخر میں ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾۔ سورۂ معارج کی ان آیات میں ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾ اور اس کا اختتام بھی ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ پر ہوا ہے۔

لیکن عورت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے کچھ رعایت برتی ہے یعنی ایک مسلمان مرد کی عیسائی یا یہودی بیوی بھی اللہ تعالیٰ کو Acceptable ہے، اجازت دی ہے کہ تم اہل کتاب کی عورت سے شادی کر سکتے ہو یعنی سب سے بنیادی چیز جو ایمان ہے اس پر بھی Compromise ہو سکتا ہے۔ یہ Compromise مرد کے لیے نہیں ہے، عورت کے لیے Allowed ہے۔ لیکن خواہ کوئی عیسائی بیوی ہو یا یہودی بیوی ہو یا کوئی مسلمان خاتون ہو اس کو اس سے مفر نہیں ہے کہ وہ

اپنے خاوند کی اطاعت نہ کرے۔ اطاعت سب سے Important چیز ہے۔ یہاں فرمایا:
﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ﴾ ''پس نیک عورتیں وہ ہیں جو اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہوں''۔
﴿حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ﴾ ''اور ان کی عدم موجودگی میں ان کی امانت کی حفاظت کرنے والیاں ہیں''۔

آپ تفاسیر میں پڑھیں گے کہ بڑی لمبی لسٹ ہے مال ہے اولاد ہے بیٹے ہیں ان سب چیزوں کی حفاظت کی جاتی ہے لیکن یہ محاورہ جو ہے یہ عفت و پاکبازی کے لیے ہے۔ جیسے نبی اکرم ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں یوں ارشاد فرمایا: عورتوں کے ساتھ نرم برتاؤ کیا کرو۔ اچھا سلوک کیا کرو۔ تمہارا اپنی عورتوں پر اپنی بیویوں پر ایک ہی حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کے پاس کسی غیر مرد کو نہ جانے دیں۔ تو یہ واضح ہو گیا کہ یہاں کون سی امانت مراد ہے۔ اور قربان جایئے نبی اکرم ﷺ کے، آپ نے اس میں ایک خوب صورت اضافہ فرمایا ہے وہ اضافہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں نیک عورت کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں:

اِذَا نَظَرَ اِلَیْھَا زَوْجُھَا سَرَّتْہُ وَاِذَا أَمَرَھَا أَطَاعَتْہُ، وَاِذَا غَابَ عَنْھَا حَفِظَتْہُ

پہلی نشانی جب اس کا شوہر اس پر نظر ڈالے تو وہ Smile پاس کر کے اس کو خوش کرے۔
ایسا کیوں ہے؟ یہ بات سمجھ لیجیے۔ خاص طور پر ہماری بہنوں کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کیا چیز بنائی ہے؟ اگر مرد یہ جان لے کہ عورت کی Nature کیا ہے؟ اس کی کمزوریاں کیا ہیں؟ تو اسے عورت کو Handle کرنا بڑا آسان ہوگا اور اگر کوئی خاتون یہ جان لے کہ مرد کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس میں Inbuilt کمزوریاں کیا رکھی ہیں؟ تو کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔ جیسے میں نے کہا کہ یہ دونوں Identical وجود نہیں ہیں۔ کوئی سائنس کا طالب علم اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ اگر ہر Cell میں 46 میں سے ایک کروموسوم فرق ہے یعنی 1/46 کا فرق ہے تو جسم میں کتنے Cells ہیں؟ 28 ہزار نہیں، 28 ملین نہیں، 28 بلین نہیں، بلکہ 28 ٹریلین Cells ہیں۔ آپ 1/46 کو 28 ٹریلین سے ضرب دے کر دیکھیں

(دس کھرب = 1 Trillion۔ عدد کے بعد 12 صفر $28 \text{ Trillion} = 28 \times 10^{12}$)

لہٰذا مرد اور عورت کا فرق $6.08 \times 10^{11} = 28 \times 10^{12} \times 1/46$

اوراس فرق کو سمجھنے ہی میں سارا راز ہے۔

قرآن مجید میں مرد کی جو Nature بیان کی گئی ہے وہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 14 میں ہے، جہاں 6 چیزوں کی ایک لسٹ بیان کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مرد کیلئے پرکشش بنائی ہیں:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ

لوگوں کے لیے یعنی مردوں کے لیے پرکشش بنائی گئی ہیں ان کی خواہشات کی محبتیں جو خواہشات انہیں عورتوں سے، بیٹوں سے، مال و دولت کے ڈھیر سے اور عمدہ نسل کی سواری سے اور مویشی اور کھیتی سے لاحق ہیں۔

یہ قرآن مجید کی ان آیات میں سے ہے کہ جب مجھے یہ Click ہوئی تو میرا ذاتی ایمان قرآن مجید پر پیدا ہوا کہ یہ واقعی میرے مالک کا کلام ہے اس لیے کہ اس میں میری صحیح صحیح تصویر کھینچی گئی ہے۔ ہم سب مرد جو یہاں بیٹھے ہیں غور کریں تو ہماری 99% غیر ارادی Movements (اٹھنا، بیٹھنا، بات کرنا) ایسی ہیں جو Woman Oriented ہوتی ہیں۔ کوئی شخص جتنا مرضی Claim کرے کہ میں بڑا حاجی اور بڑا نیک ہوں اپنے دل میں جھانک کے دیکھے کیا وہ ایک مرد سے بات کرتے ہوئے اور ایک عورت سے بات کرتے ہوئے ایک جیسی Feelings رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جوان ہو یا بوڑھا ہو، دین دار ہو یا بے دین ہو بہرحال عورت انسان کا Weak point ہے۔ جن لوگوں کو یہ بات سمجھ میں نہ آئے وہ خود کوئی تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ ایک بچے کو نہلا دھلا کر اچھے کپڑے پہنا کر ایک دن اس کے باپ کی انگلی پکڑوا کر اسے اپنے سامنے سے گزروائیں اور دوسرے دن انہی کپڑوں کے ساتھ اسی طرح نہلا دھلا کر اس کی ماں کی انگلی پکڑوا کر اپنے سامنے سے گزروائیں اور خود اپنے دل کا جائزہ لیں ___ وہ Scene کس دن آپ کو زیادہ cute لگے گا۔ ظاہر ہے کہ دوسرے دن، جب اس نے اپنی ماں کی انگلی پکڑی ہوئی ہے تو ہر گلی سے گزرتا ہوا اس بچے کو کوئی چٹکی بجا کر گزرے گا، کوئی ہیلو ہائے کر کے گزرے گا جب وہ باپ کے ساتھ گزر رہا تھا تو کوئی ہیلو ہائے نہیں کر رہا تھا۔ یہ کیا ہے؟ سمجھ لیجیے کہ وہ بچہ cute نہیں لگ رہا تھا بلکہ جس کی اس نے انگلی پکڑ رکھی ہے وہ cute لگ رہا ہے۔ یہ ہمیں سمجھنا چاہیے

قرآن مجید نے اسے دوٹوک انداز میں بیان کیا ہے۔

دوسری بات فرمائی: وَ الْبَنِیْن ''بیٹے''۔ مرد کی 99% غیر ارادی حرکتیں Woman oriented ہیں لیکن اس کی ساری Voluntary اور Conscious حرکتیں Son Oriented ہیں۔ ہم صبح سے لے کر شام تک کسی دفتر میں کام کرتے ہیں یا کسی فیکٹری میں کام کرتے ہیں یا کہیں Construction کر رہے ہیں یا کوئی ڈاکٹر مریض دیکھ رہا ہے، کوئی وکیل عدالت میں بحثیں کر رہا ہے یہ سب اپنے بیٹوں کے لیے کر رہا ہے۔ ان کا مستقبل، ان کی تعلیم، ان کی Luxury کے لیے۔ یہ ہے اس کا Objective جس کے لیے وہ محنت کر رہا ہے۔

تیسری بات فرمائی: وَالْقَنَاطِیرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ''سونے اور چاندی کے ڈھیر'' یہ اس وقت کی کرنسی تھی۔ آج کیا ہے؟ Bank Balance ہم سب مرد جو یہاں بیٹھے ہیں اپنے گریبان میں جھانکیں کہ کیا Bank Balance ہماری کمزوری ہے کہ نہیں؟

اس کے بعد فرمایا: وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ ''نشان زدہ گھوڑے'' Branded Horses آج ہم گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے، کار پر سوار ہوتے ہیں۔ کار کیا ہے؟ Four wheeler سواری ہے۔ مہران بھی کار ہے، Cultus بھی کار ہے، Corolla بھی کار ہے، Honda بھی کار ہے، Land Cruiser بھی 4 Wheeler گاڑی ہے۔ تو اب مرد کے پاس اگر مہران ہے اور چار پیسے اور آئیں گے تو Cultus کے بارے میں ضرور سوچے گا۔ Brand کا فرق ہے۔ اگر Cultus ہے تو Corolla کے بارے میں سوچے گا۔ Corolla ہے تو Honda Civic کے بارے میں سوچے گا۔ Honda Civic ہے تو Land Cruiser کے بارے میں سوچے گا۔ یہ انسان کی اللہ تعالیٰ نے کمزوریاں رکھی ہیں اور جو بنانے والا ہے وہی تصویر کھینچ رہا ہے، اس سے بہتر تصویر انسان کی نہیں ہو سکتی۔ پھر جو زمیندار لوگ ہیں انہیں تو پہلے دن سے مویشی اور کھیتی سے بڑا پیار ہوتا ہے۔ دیہاتوں میں جو Finance Status ہے، وہ ناپا ہی اس سے جاتا ہے کہ پیلیاں کتنی ہیں؟ مربعے کتنے ہیں؟ اور ڈنگر کتنے؟ لیکن شاید کبھی آپ نے غور کیا ہوگا کہ بڑے بڑے Industrials اور بڑے بڑے Business men بھی بوڑھے ہو جاتے ہیں تو فارم ہاؤس بناتے ہیں وہاں جا کے رہتے ہیں مویشی پالتے ہیں اور وہاں پر Farming کرتے

ہیں۔تو انسان کی ایسی خوبصورت تصویر اور کوئی نہیں کھینچ سکتا سوائے اس خالق و مالک کے، جس کا یہ کلام ہے۔اس کے مقابلے میں مرد،عورت کا Weak point نہیں ہے یعنی عورت مرد کے لیے پرکشش ہے خواہ وہ خوب صورت ہو یا بدصورت، گوری ہو یا سانولی یا کالی، بوڑھی ہو یا جوان ہو۔ As long as وہ Young Looking ہے تو مرد کی نظر اس پر اٹھتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم سب کے سب یہاں ایک دینی ماحول کے اندر بیٹھے ہوں، اس کھڑکی کے پاس کوئی راستہ ہے، لوگ وہاں سے گزر رہے ہوں ہم میں سے کوئی خاص نوٹس نہیں لے گا، ایک خاتون کے پاؤں کی آہٹ ہمیں سنائی دے گی تو سفید داڑھی کے ساتھ بھی ہم اس کی طرف متوجہ ہوں گے ذرا Conscious (باخبر) ہو کر اور یہ خیال رکھتے ہوئے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ ہمیں درس دے رہا ہے اور ادھر دیکھ رہا ہے لیکن جہاں تک انسان کے قلبی رجحانات کا تعلق ہے اس کا جائزہ لیجیے کہ یہ مرد کی ایک کمزوری ہے۔اور عورت کو مرد کی یہ کمزوری Realize کرنی ہے۔تب گاڑی چلے گی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر بھی کچھ کمزوریاں رکھی ہیں۔عورت کی سب سے بڑی کمزوری اس کی اولاد ہے۔ظاہر ہے قرآن اکیڈمی کے اس سٹیج پر بیٹھے ہوئے مجھے حق نہیں پہنچتا کہ میں قرآن مجید کے حوالے کے بغیر کوئی بات کہوں یا سیرت وسنت کے حوالے کے بغیر کوئی بات کہوں ___ سورۃ حج کی ابتدا میں قیامت کا ذکر ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ

لوگو! اپنے رب سے ڈرو یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت Horrible شئے ہے۔

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ

جس دن تم اسے دیکھو گے اس دن ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے کو دودھ پلانا بھول جائے گی۔

یہ دودھ پلانا ماں کی مامتا کے لیے استعارہ ہے۔اس زمین پر عام زندگی میں زلزلہ آجائے (جب بھی آئندہ زلزلہ آیا تو چیک کر لیجیے گا) تو مرد فٹافٹ بستر سے اٹھ کر باہر بھاگ جائے گا، زیادہ بڑا کمال دکھائے گا تو بیوی کو بھی جگا دے گا کہ اوہ! زلزلہ آرہا ہے باہر آجاؤ۔لیکن عورت بچے کو چھوڑ کر کبھی باہر نہیں جائے گی۔قیامت کا زلزلہ ایسا زلزلہ ہے کہ جس دن تم اسے دیکھو

گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے کو دودھ پلانا بھول جائے گی۔ تو مرد کی سب سے بڑی کمزوری عورت ہے۔ عورت کی سب سے بڑی کمزوری مرد نہیں، اس کا بیٹا ہے اس کی اولاد ہے اس کو چھوڑے بغیر وہ نہیں جاتی۔ ☆

پھر نبی اکرم ﷺ نے عورت کی کچھ اور کمزوریوں کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ ایک مرتبہ عید کی نماز پڑھا کر واپس جا رہے تھے تو عورتوں کے Enclosure (احاطہ) کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: **یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ** عورتو! **تَصَدَّقْنَ** صدقہ دیا کرو۔ صدقہ دیا کرو کہ میں تمہیں جہنم میں جلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ عورتوں نے حیران ہو کر پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کیوں؟ آپ غور سے سنیے گا! آپ ﷺ نے فرمایا: **تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَکْفُرْنَ العَشِیرَ** (The most true picture of a woman) کہ تم لعن طعن بہت زیادہ کرتی ہو یعنی عورت جب لعن طعن کے لیے زبان کھول لے تو اس کے پاس brake نہیں ہے وہ گھنٹوں لعن طعن جاری رکھ سکتی ہے۔ تو آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ یہ عورت کی کمزوری ہے اور آپ کو اسے اس کا Allowance دینا ہے۔ آپ الاؤنس نہیں دیں گے اس حقیقت کو نہیں سمجھیں گے تو پھر غصے میں آئیں گے۔ غصے میں آئیں گے تو طلاق دیں گے پھر اِدھر اُدھر سے فتوے ڈھونڈتے پھریں گے۔ ہوگا کچھ نہیں۔ اگر آپ پہلے سے ذہناً تیار ہوں کہ عورت کے اندر یہ کمزوری اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ کیوں رکھی ہے؟ یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے ذمے بچے کی پیدائش اور پرورش لگائی ہے اور بچے کی پرورش شفقت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ جذباتی محبت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے! اولاد باپ کی بھی ہے، ماں کی بھی ہے۔ وہ کون سا بد بخت باپ ہے جسے اپنی اولاد سے اپنے بچوں سے پیار نہیں ہے ہر شخص اپنی اولاد سے پیار کرتا ہے۔ لیکن مرد کا پیار ذرا Conscious پیار ہوتا ہے۔ وہ سوچ سمجھ کر اپنے فیصلے سے پیار کرتا ہے اور جو سمجھدار مرد ہیں وہ اپنے اس پیار کو زیادہ ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ بچوں کو آنکھ بھی

☆ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ٹوبہ شہر میں راقم کی رہائش گاہ کے قریب سوئی گیس کی مین پائپ لائن کو آگ لگ گئی، تو ہمارے ہمسائے میں ماں باہر تو نہ نکل سکی مگر اپنے بیٹے کے اوپر لیٹ گئی۔ از خلیل الرحمٰن

دکھاتے ہیں بچوں کو ڈانٹتے بھی ہیں اور بچے سے بول چال بند کر دیتے ہیں۔ یہ ایک پرانی Tradition (روایت) ہے کہ کوئی بچہ واہیات حرکت کرے تو باپ اس سے بولنا چھوڑ دیتا تھا۔ دن، ہفتہ، مہینہ، سال اور کئی سال ایسی مثالیں بھی آپ کے علم میں ہوں گی کہ بچے نے کوئی بہت Vulgar (بازاری) حرکت کی تو باپ نے اپنے بیٹے سے بولنا چھوڑ دیا اور ساری عمر اس کو نہیں بلایا اس کو Punish کرنے کے لیے اس کو سزا دینے کے لیے کہ اس نے ایسی حرکت کیوں کی۔ لیکن ماں ایسا نہیں کر سکتی۔ کیوں؟ اس کو اللہ تعالیٰ نے مرد کے مقابلے میں زیادہ جذباتی بنایا ہے۔ لہٰذا وہ بچے کو ڈانٹے گی بعد میں وہ پہلے خود رو بھی پڑے گی۔ مارے گی بعد میں پہلے رو کر اسے گلے لگالے گی۔ یہ کیا ہے؟ یہ ماں کا وہ جذباتی پیار ہے جو بچے کی Growth میں اس کی پرورش میں اس کی مدد کرتا ہے۔ اگر ہم مردوں کو بچے پالنے پڑ جائیں ہم تو ویسے ہی مار مار کر ان کا حلیہ بگاڑ دیں۔ تو سوچئے کہ کبھی بچوں کی ماں بچے آپ کے حوالے کر کے چند گھنٹوں کے لیے کہیں گئی ہو تو آپ کیسے بچوں کو پالتے ہیں اور ماں کیسے پالتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے۔ بہرحال چونکہ وہ جذباتی ہے لہٰذا جذبات کسی بھی رنگ میں ہوں وہ بچے کی شفقت میں ہوں وہ غصے میں ہوں یا کسی اور طرف ہوں تو وہ پھر اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں ہمیں اس کا پتہ ہونا چاہیے۔ تو آپ ﷺ نے عورتوں کے جواب میں فرمایا کہ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ تم بہت زیادہ لعن طعن کرتی ہو وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ اور اپنے شوہروں کی ناشکریاں ہو۔ No matter کہ آپ اپنی بیوی کے ساتھ اپنے گھر میں کتنی خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں لیکن آپ کو ذہناً تیار رہنا چاہیے کہ خواہ 30 سال بڑے سکون سے گزر گئے ہیں اور پھر کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے جس سے اس کو آپ سے کوئی شکایت ہو، آپ یہ الفاظ سننے کے لیے ذہناً تیار رہیے کہ میں نے 30 سال میں تیرے گھر میں کوئی سکون نہیں دیکھا۔ Expressions مختلف ہیں، Theme ایک ہی ہے۔ میں ہی ہوں جو یہاں بیٹھی ہوئی ہوں اور کوئی ہوتی تو کب سے جا چکی ہوتی۔ مطلب وہی ہے۔ الفاظ مختلف ہوں گے لیکن Theme ایک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو ہے ہی ہمارا خالق اور نبی اکرم ﷺ بھی اللہ کے رسول ہیں۔ ان کی باتوں کی حکمت، گہرائی، حقیقت کا ایک مسلمان تو انکار نہیں کر سکتا، میں سمجھتا ہوں کوئی کافر بھی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ واقعی ایک نبی کی صحیح صحیح بات ہے کہ جو انہوں نے عورت کے بارے میں بتائی۔

تو اب مرد کی اس کمزوری کو عورت سمجھے۔ خاص طور پر آج کے ماحول میں کسی دفتر میں چلے جائیں تو Reception پہ کوئی خاتون Smile کر کے Welcome کرتی ہے۔ ایک مرتبہ میں (ڈاکٹر عبدالسمیع) سفر میں تھا تو heathrow airport لندن میں British Airways کی فلائٹ میں سوار ہوا۔ ایک دم دھند آ گئی اور ایک گھنٹہ فلائٹ Delay ہوگئی تو British Airways نے ایک Performa دے دیا کہ اس فالتو وقت میں یہ پرفارما پُر کر دیں۔ اس میں ایک کالم تھا کہ were you welcome with a smile at the check in counter? کیا چیک ان کاؤنٹر پر آپ کا استقبال مسکراہٹ سے کیا گیا تھا؟ اس کا مطلب کیا ہے؟ کہ یہ ان کے Job کی ذمہ داری ہے جس کو وہ نبھا رہی ہوتی ہیں۔ ورنہ مرد تو ہر عورت کے بارے میں Crazy ہے۔ عورت ہر مرد کے بارے میں Crazy نہیں ہے کہ میں اس کاؤنٹر پر پہنچوں اور خوش فہمی میں مبتلا ہو جاؤں کہ شاید میں بڑا Handsome ہوں کہ وہ مجھے Smile کر کے مل رہی تھی۔ نہیں؟ یہ اس کی ڈیوٹی ہے۔ کیوں ڈیوٹی لگائی گئی ہے؟ اس لیے کہ Smile انسان کی کمزوری ہے۔ جہاں آپ کو Smile ملے گی آپ اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور خاص طور پر اگر وہ کسی عورت کی Smile ہو تو کیا ہی کہنے ہیں۔ اور جہاں آپ کو (بداخلاقی) Rudeness ملے گی آپ اس سے دور ہٹیں گے۔ بدتمیز انسان کسی کو بھی پسند نہیں۔

ایک عورت اگر یہ بات Realize کرے گی کہ میرے شوہر کا Weak point عورت ہے اور ہر دوسری عورت جو اس کو مل رہی ہے وہ اس کو Smile پاس کر رہی ہے اور محبت کا سب سے پہلا Expression جو ہے وہ Smile ہے۔ دو دوست ایک ہی دفتر میں کام کرتے ہیں بڑا آفس ہے اور آپ کا دفتر اس کے ایک کونے میں ہے ایک درمیان میں Corridor (گزرگاہ) اس کا دوسرے کونے میں آفس ہے تو آپ آفس کے اندر ہی ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جاتے ہیں تو آپ کا دوست جو اس وقت کسی دوسرے کمرے میں جا رہا ہوتا ہے۔ آپ کی جب ایک دوسرے کے ساتھ نظر چار ہوتی ہے تو کیا کرتے ہیں آپ؟ کوئی گپ شپ لگانے کا وقت نہیں تو آپ ایک دوسرے کو Smile پاس کرتے ہیں تو یہ محبت کا Gesture (علامت) ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں نیک عورت کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں: ایک یہ کہ جب اس کا شوہر اس پر نظر ڈالے تو وہ Smile پاس کر کے اس کو خوش کرے اور دوسری باتیں وہی ہیں جو سورۃ النساء (آیت 34) میں آئی ہیں کہ جب وہ حکم دے تو کہنا مانے اور جب پاس موجود نہ ہو تو اس کی امانت کی حفاظت کرے۔

یہ Smile کی بڑی اہمیت ہے۔ اب On the other hand آپ دیکھئے۔ یعنی ہماری بہنیں جن کی بڑی اچھی Reputation ہوگی کہ وہ بڑی Well behaving ہیں بڑی خوش اخلاق ہیں، ان کی وہ ساری خوش اخلاقی ادھر ادھر نظر آئے گی لیکن وہ اپنے شوہر کو کاٹنے کو دوڑے گی۔ جب اس کا شوہر گھر آتا ہے تو وہ اس کو Smile کر کے Welcome نہیں کرتی۔ اس کے جو Consequences (نتائج) ہوں گے اس کا آپ تصور کریں کہ دوسری عورت (Other than my wife) تو مجھے Smile کر کے Welcome کر رہی ہو اور میری اپنی بیوی جو میرے بچوں کی ماں ہے جو میری عزت ہے جس کے ساتھ میں نے زندگی گزارنی ہے، وہ مجھے کاٹنے کو دوڑے گی تو آپ اندازہ لگائیں کہ مجھے اچھی کون سی عورت لگے گی اور بری کون سی؟ اور پھر اگر اس میں اس پر زیادتی ہو جائے اور مرد اپنی بیوی سے کترانے لگے یعنی گھر جاتے ہوئے اسے ڈر لگے کہ وہ مجھ پر برسے گی، مجھے کاٹنے کو دوڑے گی تو تھوڑا سا اور لیٹ ہو جاؤں وہ آرام سے سو جائے تو چپکے سے میں بھی External lock کھول کر گھر جا کر سو جاؤں اور پھر خدانخواستہ اگر کوئی اور عورت بیچ میں آ گئی تو پھر وہ گھر تباہ ہو گیا اور کوئی مرد شعوری طور پر یہ نہیں چاہتا کہ اس کا گھر خراب ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے جو اس کے اندر Weak point رکھا ہے کوئی عورت کبھی بھی بیچ میں آ کر اس کے گھر کو تباہ کر سکتی ہے۔ اور عورت کو بھی Realize کرنا چاہیے کہ میں جب کوئی جگہ خالی کروں گی اور اس کو کوئی اور عورت Fill کرے گی تو پھر لڑائی جھگڑا ہو گا اور پھر طلاق تک نوبت آئے گی۔ (جاری ہے)

سائنس اور مذہب میں مقاربت ومغایرت

باب سوم: سائنسی نظریات کا تجزیاتی مطالعہ اور اس کے اثرات

انجینئر فیضان حسن
(پی ایچ ڈی سکالر، فیصل آباد)

(د) کوانٹم تھیوری اور انکارِ ملائکہ

کوانٹم تھیوری کے متعلق تمام تر سائنسی حقائق اور تفصیلات کو باب دوم کی فصل اوّل میں تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ مقالہ کے اس حصہ میں کوانٹم تھیوری کے مختصر تعارف کے بعد عدم رؤیہ مخلوقات کے متعلق سائنسی اور قرآنی انکشافات کو تفصیلاً بیان کیا جائے گا۔

1۔ کوانٹم نظریہ:

کوانٹم نظریہ کے مطابق توانائی غیر مخلوط اکائیوں میں پائی جاتی ہے جو صرف صحیح عددوں میں ہوتی ہے۔ ہر ایک اکائی کوانٹم کہلاتی ہے۔ مثلاً برق مقناطیسی لہریں مسلسل سفر کرنے کی بجائے لہروں کے پیکٹس یا بنڈلوں کی صورت یا کوانٹا کی صورت میں سفر کرتی ہیں۔ میکس پلانک نے نظریۂ مقادیر یا کوانٹم تھیوری پیش کیا۔ نظریۂ مقادیر کے مطابق: یہ کائنات ذرات کے مجموعے کا نام ہے اور یہ ایٹم اور یہ ذرہ دراصل الیکٹران، پروٹان اور نیوٹران کے مجموعے کا نام ہے۔ الیکٹران و ایٹم کے مرکز کے گرد گھومتے رہتے ہیں۔ ان کی حرکت ایک مدار پر ہوتی ہے لیکن یہ مدار بدلتے رہتے ہیں اور یہ کسی کو معلوم نہیں کہ یہ کیوں بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ پیشین گوئی کرنا کہ ان کی حرکت کی سمت صحیح صحیح کیا ہوگی بہت مشکل ہے اور ہم جو اندازہ کر سکتے ہیں اس میں تھوڑی بہت غلطی کا امکان باقی رہتا ہے۔ پروفیسر ہائیزن برگ نے قوانین طبیعات میں خطا و احتمال کا نظریہ

پیش کیا اوراس کے مطابق ایک خاص الیکٹران کی رفتار اور مقام کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ پروفیسر شرڈنگر اس نتیجہ پر پہنچے کہ ''مادی فزکس کے مطابق پیش آنے والے امور کا اندازہ لگانا ممکن ہے مگر یہ حتمی نہیں ہوسکتا۔'' پروفیسر شروڈنگر نے مزید ثابت کیا کہ:

''وہ قوانین جو ایک زندہ جسم میں موجود ذرات پر منطبق ہوتے ہیں، ان کے مطابق صورت ہی مادے کا قوام ہے۔ اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہوسکتا کہ مادہ کا ایک چھوٹا سا ذرہ بعینہٖ وہی ہے جو کچھ دیر قبل ہم نے ملاحظہ کیا تھا اس لیے ان ذرات کی اپنی مستقل ذاتیت نہیں جو ملاحظہ کرنے کے لمحات میں باقی رہ سکے۔ اس سے جو کچھ ثابت ہوسکتا ہے وہ یہی ہے کہ شکل یا صورت وہی ہے جو یکے بعد دیگرے ملاحظہ کرنے پر سامنے آتی رہتی ہے لیکن ان میں عینیت یا مستقل ذاتیت کا یقین کرنا مشکل ہے۔''

2۔ عدم رؤیہ مخلوقات از روئے سائنس:

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنی ذات پاک کو اپنی صفات کے پردوں میں چھپا رکھا ہے اسی طرح اس نے مخلوقات میں سے بعض ایسی بھی پیدا کی ہیں کہ جسم و جان رکھنے کے باوجود وہ ہمیں نظر نہیں آتیں جیسے ملائکہ اور جنات۔ انسان اپنی طبعی کثافت کی بنا پر سب کو نظر آتا ہے جبکہ وہ اپنی طبعی لطافت کی بنا پر کسی کو نظر نہیں آتے لیکن بعض ملحد قسم کے لوگ ان کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ جدید سائنس نے ایک اور مخفی مخلوق دریافت کر کے اس حقیقت کا واضح اظہار کر دیا ہے کہ اس کائنات میں بے شمار ایسی مخلوقات کا وجود ہے جو جسم و جان رکھنے کے باوجود ہمیں نظر نہیں آتیں۔ چنانچہ سائنس کی جدید تحقیق کے مطابق الیکٹران اور پروٹان کے اختلاط سے پیدا ہونے والے عنصر کو سیل کہتے ہیں یہ جاندار بڑے حساس تیز حرکت کرنے والے اور اپنی بقا کے لیے کوشاں رہنے والے ہوتے ہیں، جنہیں انسان صرف خوردبین کی مدد سے دیکھ سکتا ہے۔ ہزاروں تحقیق گاہوں میں ان کی موجودگی کا سائنسی آلات کے ذریعے مشاہدہ ہو چکا ہے۔ عدم رؤیہ مخلوقات میں فرشتے اور جنات شامل ہیں، ان مخلوقات کے متعلق سائنس کا نقطہ نظر کیا ہے؟ بہت سارے سوالوں کا جواب علم الٰہیات یا مابعد الطبیعیات سے ہے یعنی جو چیز سائنس سے ماورا ہے اسے موجودہ سائنس بیان کرنے سے یا اس کی کوئی معقول توضیح پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سائنس ابھی بہت

ساری چیزوں اور مظاہر کی اصلیت کے بارے میں بیان نہیں کرتی۔

تاہم کچھ حقائق جو عدم رؤیہ مخلوقات کے متعلق سائنس بیان کرتی ہے وہ یہ ہیں کہ ہماری مادی دنیا میں تین یا چار سمتوں کا تصور موجود ہے۔ چنانچہ ہم دنیاوی اشیاء کا ادراک اور تصور کر سکتے ہیں اور انہیں دیکھ بھی سکتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ فرشتے اور جنات کثیر الابعاد ہوں جن کا انسانی دماغ ادراک ہی نہ کر سکتا ہو، نہ آنکھ دیکھ سکتی ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو مخلوق انسانی نظروں سے اوجھل ہو وہ سائنسی لحاظ سے کہہ لیجیے کہ لہروں یا موجوں یا ایٹمی ذرات ہی کی صورت میں ہو سکتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ فرشتے اور جنات اپنے آپ کو لہروں کی صورت میں رکھتے ہوں یا لہروں کی صورت میں رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں۔ چونکہ لہریں روشنی کی رفتار سے سفر کرتی ہیں جو کہ 186000 میل فی سیکنڈ ہے۔ کوئی بھی جسم اس رفتار پر حرکت کرے تو انسانی آنکھ کو نظر نہیں آ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم روشنی یا آواز کی لہریں دیکھ نہیں سکتے محسوس کر سکتے ہیں یا کسی آلے سے شناخت کر سکتے ہیں۔ انسانی جسم روشنی کی رفتار پر حرکت نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا ہو تو وہ ایٹمی ذرات میں یا لہروں میں تبدیل ہو جائے گا۔ آنے والے وقتوں میں ہو سکتا ہے کہ انسان کا روشنی کی رفتار پر سفر کرنا ممکن ہو جائے جو کہ فی الحال ناممکن ہے۔ چنانچہ یہ بھی ایک قیاس آرائی ہے کہ فرشتے اور جنات روشنی کی رفتار پر یا اس سے کہیں زائد رفتار پر حرکت کر سکتے ہیں یا اسی حرکت میں رہتے ہیں اور انسانی آنکھ ان کو دیکھنے سے قاصر ہے۔ تاہم یہ سبھی قیاس آرائیاں اور مفروضے ہیں، ان کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ مزید برآں یہ کہ فرشتے اور جنات ان کے تخلیقی مادے کا ہمیں علم بھی نہیں ہے جس کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات کو ہے۔

3۔ عدمِ رؤیہ مخلوقات از روئے قرآن:

عدم رؤیہ مخلوقات (جنات اور فرشتے) کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا۔ سائنس ان دونوں مخلوقات کے متعلق جو معلومات دیتی ہے وہ تمام تر مفروضوں اور قیاس آرائیوں پر مبنی ہے لیکن قرآن کے بیان کردہ تمام تر حقائق کلی صداقت پر مبنی ہیں جن میں کسی بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ جنات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ جن میں فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًاo (جن:01)

''(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔''

فرشتوں کی صفات، ڈیوٹیوں اور اللہ رب العزت کا اطاعت گزار ہونے کا تذکرہ قرآن میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے۔ درج ذیل آیات مبارکہ میں فرشتوں کی صفات اور اللہ رب العزت کی طرف سے ان کو تفویض کردہ کاموں کا تذکرہ موجود ہے۔

1۔ فرشتے اللہ کی مخلوق ہیں:

فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ان کی تخلیق کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے 'سورۃ فاطر' میں کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ o
(فاطر:01)

''سب تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (اور) فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں، وہ (اپنی) مخلوقات میں جو چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

آیت مبارکہ کی تفسیر ڈاکٹر اسرار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں یوں بیان فرمائی ہے:

''فرشتوں کے پروں کی ہیئت اور کیفیت کو ہم نہیں سمجھ سکتے لیکن تمثیل کے انداز میں سمجھنے کے لیے مختلف اقسام کے طیاروں کا تصور ذہن میں رکھا جا سکتا ہے۔ جیسے کسی طیارے میں دو انجن ہوتے ہیں اور کسی میں چار۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنی مشیت اور حکمت کے مطابق مختلف نوعیت کی صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے۔''

2۔ مومنوں کے لئے دعائے خیر کرنا:

حاملینِ عرش فرشتوں کی اللہ کی طرف سے یہ ڈیوٹی عائد ہے کہ وہ مومنوں کے حق میں دعائے خیر و استغفار کرتے ہیں۔ سورۃ مؤمن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ o (مؤمن:07)

''جولوگ عرش کواُٹھائے ہوئے اور جواس کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں (یعنی فرشتے) وہ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیراعلم ہر چیز کواحاطہ کیے ہوئے ہے تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے رستے پر چلے اُن کوبخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچالے۔''

3۔ فرشتوں کا مختلف اُمور کے لئے چناؤ باذن اللہ:

اللہ تعالیٰ نے مختلف اُمور کے لیے مختلف فرشتوں کا چناؤ کر رکھا ہے۔ کسی کو رسالت کی پیغام رسانی کے لیے منتخب فرمایا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ اسی طرح کچھ کو مختلف بستیوں پر عذاب دے کر بھیجا۔ اس بات کا تذکرہ کہ فرشتوں کو تفویض کردہ اُمور باذن اللہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ o

''اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب کرلیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ بے شک اللہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔'' (الحج:75)

مندرجہ بالا آیت مبارکہ کی وضاحت ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''بیان القرآن'' میں یوں فرمائی ہے:

''یہاں رسالت کے دونوں واسطوں کا ذکر کر دیا گیا ہے جس میں ایک رسولِ ملائک ہے اور دوسرا رسولِ بشر ہے۔ چنانچہ فرشتوں میں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو چنا گیا اور انسانوں میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور یوں رسولِ ملائک کے ذریعے رسولِ بشر تک پیغام پہنچایا گیا تاکہ وہ اپنے ابنائے نوع تک اسے پہنچادیں۔''

4۔ فرشتے بشری تقاضوں سے پاک ہیں:

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا اس لیے وہ کبھی بھی عبادت

سے نہ عار محسوس کرتے ہیں اور نہ ہی تھکتے ہیں کیونکہ وہ تمام تر بشری تقاضوں سے پاک ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا یَسْتَحْسِرُوْنَ o (الانبیاء:19)

''اور جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں سب اسی کے (مملوک اور اسی کا مال) ہیں اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ کنیاتے ہیں اور نہ اُکتاتے ہیں۔''

آیتِ مبارکہ کی وضاحت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے معارف القرآن میں یوں بیان فرمائی ہے:

''یعنی ہمارے جو بندے ہمارے پاس ہیں مراد اس سے فرشتے ہیں وہ ہر وقت ہماری عبادت میں بغیر کسی وقفے کے ہمیشہ مشغول رہتے ہیں۔ اگر تم ہماری عبادت نہ کرو تو ہماری خدائی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ انسان چونکہ دوسروں کو بھی اپنے حال پر قیاس کرنے کا عادی اور خوگر ہوتا ہے، اس کو دائمی عبادت سے دو چیزیں مانع ہوسکتی ہیں ایک تو یہ کہ وہ کسی کی عبادت کرنے کو اپنے درجہ اور مقام کے خلاف سمجھے؛ اس لئے عبادت کے پاس ہی نہ جائے۔ دوسرے یہ کہ عبادت تو کرنا چاہتا ہے مگر دائمی مسلسل اس لیے نہیں کرسکتا کہ بتقضائے بشریت وہ تھوڑا کام کر کے تھک جاتا ہے، اس کو آرام کرنے اور سونے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لئے آخر آیت میں فرشتوں سے ان دونوں موانع کی نفی کردی گئی کہ وہ نہ تو ہماری عبادت سے استکبار کرتے ہیں کہ اس کو اپنی شان کے خلاف جانیں اور نہ ہی عبادت کرنے سے کسی وقت تھکتے ہیں۔''

5۔ فرشتے اللہ کے اطاعت گزار ہیں:

فرشتے اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کرتے بلکہ اللہ کی طرف سے مامور ہوتے ہیں۔ اللہ کی بات کے آگے وہ نہ بڑھ سکتے ہیں نہ ہی اپنی مرضی ومنشا سے کچھ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب فرشتوں کی طرف کوئی حکم بھیجا جاتا ہے تو وہ اس کو سن کر گھبرا جاتے ہیں اور دہشت

وڈر کی وجہ سے اپنے پروں کو پھڑ پھڑانے لگتے ہیں۔فرشتوں کی اس کیفیت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ سبا میں یوں ارشاد فرمایا:

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ o (سورۃ سبا:23)

''اور اللہ کے ہاں (کسی کے لیے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔ یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے اضطراب دور کر دیا جائے گا تو کہیں گے تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے۔(فرشتے) کہیں گے کہ حق (فرمایا ہے) اور وہ عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔''

آیتِ مبارکہ کی وضاحت تفسیر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ میں یوں بیان کی گئی ہے:

''آیتِ مبارکہ میں رب کی عظمت و کبریائی کا مقام بیان ہو رہا ہے کہ جب وہ اپنی وحی میں کلام کرتا ہے اور آسمانوں کے مقرب فرشتے اسے سنتے ہیں تو ہیبت سے کانپ اُٹھتے ہیں اور غشی والے کی طرح ہو جاتے ہیں جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ ہٹ جاتی ہے تو اب آپس میں دریافت کرتے ہیں کہ اس وقت رب کا کیا حکم نازل ہوا؟ پس اہلِ عرش اپنے پاس والوں کو، وہ اپنے پاس والوں کو یونہی درجہ بدرجہ حکم پہنچا دیتے ہیں۔ بلاکم وکاست ٹھیک ٹھیک اسی طرح پہنچا دیتے ہیں۔''

6۔ فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں:

مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔مشرکین کے اس عقیدے کی نفی اللہ رب العزت نے سورۃ الانبیاء میں یوں فرمائی ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَo (الانبیاء:26)

''اور کہتے ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے۔ وہ پاک ہے (اس کے نہ بیٹا ہے نہ بیٹی) بلکہ (جن کو یہ لوگ اس کے بیٹے بیٹیاں سمجھتے ہیں) وہ اس کے عزت والے بندے ہیں۔''

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ 'بیان القرآن' میں آیت مبارکہ کی یوں وضاحت فرماتے ہیں:

''جس کسی کو بھی یہ لوگ اللہ کی اولاد قرار دیتے ہیں وہ فرشتے ہوں، انبیاء ہوں، یا

اولیاء ہوں سب اس کے مقرب بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے بندوں کی حیثیت سے اپنے ہاں باعزت مقام عطا کیا ہے۔''

7۔ فرشتوں کی صفات کا تذکرہ سورۃ الصافات میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّاo فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًاo فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًاo (الصافات:3-1)

''قسم ہے صف باندھنے والوں کی پرا جما کر، پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر، پھر ذکر (یعنی قرآن) پڑھنے والوں کی (غور کر)۔''

8۔ انسان کے محافظ ونگران فرشتے:

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ دو نگران فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے اعمال کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفطار میں فرمایا ہے:

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَo كِرَامًا كَاتِبِيْنَo يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ o

''حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں عالی قدر (تمہاری باتوں کے) لکھنے والے جو تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔'' (الانفطار:12-10)

آیاتِ مذکورہ کی وضاحت ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں یوں فرمائی ہے:

''اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے بطور نگران مقرر کر رکھے ہیں جو اس کا ہر ایک عمل لکھ رہے ہیں۔ اب اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انسانوں کا محاسبہ کرنا منظور نہیں ہے تو گویا وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اس کا فرشتوں کو بطور نگران مقرر کرنا اور ان فرشتوں کا ایک ایک انسان کے ایک ایک عمل کا ریکارڈ مرتب کرنا سب کارِ عبث ہے ایسے خیالات کے حامل لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ کارِ عبث اللہ کے شایانِ شان نہیں۔ وہ احتساب ضرور کرے گا اور اس احتساب کے نتائج بھی ضرور نکلیں گے۔''

9۔ فرشتوں کی سرعتِ رفتار کا تذکرہ:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی سرعتِ رفتار کا تذکرہ سورۃ المعارج میں یوں فرمایا ہے:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍO

''جس کی طرف روح (الامین) اور فرشتے چڑھتے ہیں (اور) اس روز (عذاب نازل ہوگا) جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہوگا۔'' (المعارج:04)

ڈاکٹر اِسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''بیان القرآن'' میں آیت کی تفسیر یوں پیش کی ہے:

''بعض مفسرین کے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کے ''ذی المعارج'' ہونے کی وضاحت یہ ہے کہ اس کی بارگاہِ بلند تک پہنچنے کے لیے فرشتوں اور جبرائیل علیہ السلام کو بھی پچاس ہزار کی مسافت کے برابر فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ پچاس ہزار برس کے دن سے یہاں قیامت کا دن مراد ہے، جو کفار کے لیے تو بڑا طویل اور سخت ہوگا البتہ اہل ایمان کو وہ دن ایسے محسوس ہوگا جیسے انہوں نے دن کا کچھ حصہ یا ایک فرض نماز ادا کرنے کے برابر وقت گزارا ہو''۔

موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق اگر کسی چیز کی رفتار تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ سے بڑھ جائے تو وہ نظر سے اوجھل ہو جائے گی۔ حالانکہ وہ سامنے سے گزرے گی اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرشتے اور روح کے متحرک ہونے کی رفتار اتنی زیادہ ہے کہ وہ موجود ہونے کے باوجود نظر نہیں آتے۔

حاصل کلام:

الغرض وہ ذاتِ باری تعالیٰ جو کائنات کی تخلیق کرنے والا اور اس میں مکمل تصرفات کا اختیار رکھنے والا ہے اس کے لئے یہ قطعاً مشکل نہیں کہ وہ ایسی مخلوقات کی تخلیق فرمائے جن کی رفتار روشنی کے برابر یا اس سے بھی زیادہ ہو۔ اللہ رب العزت نے فرشتوں کو تخلیق فرمایا اور اُن کو مختلف اُمور تفویض فرما دیے اور وہ اپنے اُمور باذن الٰہی کما حقہ ادا کرنے پر مامور ہیں۔ (جاری ہے)

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیّت و اِفادیّت

2

مولانا امین عزیز بھٹی حفظہ اللہ
(ٹیکساس، امریکا۔ فاضل مدینہ یونیورسٹی)
(بشکریہ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور)

اَخلاقیات کی انواع واقسام

اخلاقیات کے مضمون پر غور اور تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ اسے کئی ایک اعتبارات سے تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ یہ تقسیم محض مضمون میں ترتیب وتہذیب کی غرض سے کی جاتی ہے۔ ذیل میں اعتبارات اور تقسیم بیان کی جاتی ہے:

۱۔ اخلاقیات اپنی نوعیت کے اعتبار سے:

اپنی نوعیت کے اعتبار سے اخلاقیات کی عمومی طور پر دو قسمیں ہیں: ایک قسم اچھے اخلاق اور دوسری قسم برے اخلاق کی ہے۔ اچھے اخلاق کو اخلاقِ عالیہ، اخلاقِ فاضلہ، اخلاقِ حسنہ اور مکارم الاخلاق یا صالح الاخلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے، جب کہ برے اخلاق کو اخلاقِ سیئہ، اخلاقِ رذیلہ، اخلاقِ مذمومہ اور اخلاقِ خبیثہ کہا جاتا ہے۔

اخلاقِ محمودہ میں وہ تمام اخلاق شامل ہیں جو ایک متقی اور پرہیزگار مسلمان میں موجود ہونے چاہئیں، جب کہ اخلاقِ مذمومہ میں وہ اخلاق ذکر کیے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور جو تزکیۂ نفس سے مانع ہیں۔

۲۔ اخلاقیات اپنے وجود کے اعتبار سے:

انسان میں پائے جانے والی اخلاقیات کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وجود کے

اعتبار سے بھی دو قسمیں ہیں: ایک وہبی اور دوسری اکتسابی۔

وہبی اخلاق سے مراد وہ اخلاق ہیں جو فطرتاً انسان کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ ایک سلیم الفطرت انسان جب کبھی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو اسے فطرت ملامت کرتی ہے۔ برے سے برا انسان بھی اپنی فطرت میں بداخلاقی کو ناپسند کرتا ہے اور گناہ کو چھپاتا ہے۔

اکتسابی اخلاق سے مراد وہ اخلاق ہیں جنھیں انسان عقل وشعور سے اپناتا اور اختیار کرتا ہے، اچھے اخلاق کو اپنانے میں جدوجہد اور سعی مسلسل کرتا ہے۔ قرآن وسنت کے علم اور اخلاقِ فاضلہ کے حاملین کی رفاقت سے حاصل ہونے والے اخلاقِ اکتسابی کہلاتے ہیں۔

۳۔ اخلاقیات اپنے تعلقات کے اعتبار سے:

متعلقات کے اعتبار سے اخلاقیات کی چار قسمیں ہیں:

(۱) ایسے اخلاق جن کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے ہے، اچھے اخلاق کی مثالیں جیسے ایمان باللہ، عبادات اور دیگر احکام جو اللہ تعالیٰ کے حقوق میں شامل ہیں۔

(۲) ایسے اخلاق جن کا تعلق دوسرے انسانوں سے ہے، مثلاً سچائی، امانت داری، عدل و انصاف، حسن معاشرت، عفو ودرگزر اور ادب واحترام وغیرہ۔

(۳) ایسے اخلاق جن کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہوتا ہے، مثلاً صبر واستقامت، تقویٰ و پرہیزگاری، خشوع وخضوع، بردباری، حوصلہ، شرم وحیا، میانہ روی وغیرہ۔

(۴) ایسے اخلاق جن کا تعلق دوسری مخلوقات سے ہے، مثلاً رحم وکرم، شفقت، مخلوقات کی رعایت اور ان کے حقوق کی ادائیگی۔

۴۔ اخلاقیات اپنے عواقب کے اعتبار سے:

اخلاقیات کے فوائد ونقصانات اور عواقب کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ اخلاق جن کا دنیا اور آخرت میں فائدہ اور ثواب ہے، مثلاً صلہ رحمی، انفاق فی سبیل اللہ۔ دوسری قسم ایسے اخلاق پر مشتمل ہے جن کا دنیا میں نقصان اور آخرت میں عذابِ الٰہی ہے۔ عقوق الوالدین، اشراک باللہ اور بدعات وخرافات۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ

رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ O [محمد: ۲]

''اور جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے اور اس چیز کو مان لیا جو (حضرت) محمد (ﷺ) پر نازل کی گئی ہے جو کہ ان کے پروردگار کی طرف سے ہے، وہی حق ہے، اللہ نے ان کی برائیاں ان سے دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا۔''

عمل صالح یعنی اخلاقِ حمیدہ کے اجر و ثواب اور فضیلت کے بارے میں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تفصیل بیان کی گئی ہے اور متعدد صحیح احادیث میں رسول اکرم ﷺ کے ارشادات روایت ہوئے جن میں آپ ﷺ نے اخلاقِ فاضلہ کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ))

(سنن ترمذي، رقم: ١١٦٢)

''مکمل ایمان والا شخص وہ ہے جو اچھے اخلاق پر ہو اور تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے اچھا ہو۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ جنت میں لوگ زیادہ تر کس عمل سے داخل ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تقویٰ اور حسن خلق کی وجہ سے۔ (سنن ترمذی، رقم: ۲۰۰۴)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے اخلاق میں دوسروں سے اچھے ہوں۔ (صحیح بخاری، رقم: ۳۵۵۹، صحیح مسلم، رقم: ۲۳۲۱) (اخلاقِ حمیدہ اور اخلاقِ مذمومہ کی تفصیل آگے آ رہی ہے)

اخلاقیات کی بنیاد و اَساس

غور و خوض کیا جائے تو تمام اخلاقیات کی اصل اور بنیاد و اساس اس آیت مبارکہ میں بیان کر دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَO [النحل: ۹۰]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور قرابت مندوں کو دیتے رہنے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے روکتا ہے، وہ تمھیں (ان باتوں کی) نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاددہانی حاصل کرو۔''

اس آیت مبارکہ میں کل چھ چیزیں ذکر ہوئی ہیں جن میں تین چیزیں مکارم اخلاق کی اساس ہیں اور دوسری تین چیزیں تمام برے اخلاق کی بنیاد ہیں۔ یہ آیت اخلاقیات کے باب میں منبع ومحور اور بنیاد واساس کی حامل ہے۔ جن فضائل اخلاق کو اپنانے اور جن رذائل سے بچنے کا اسلام میں حکم دیا گیا ہے ان سب کی بنیادیں اس آیت میں واضح کردی گئی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ احکامِ ستہ اخلاقیات میں ہدایت الٰہی کا بنیادی اصول ہیں۔ ذیل میں اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

ا۔ عدل وانصاف:

عدل ایک جامع لفظ ہے جس کے معنی میں استعمال کے اعتبار سے کافی وسعت اور ہمہ گیریت پائی جاتی ہے، مثلاً کسی کا حق افراط وتفریط کے بغیر مکمل ادا کرنا، حق دار کو اس کا پورا حق دینا اور کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا 'عدل' کے معنی ومفہوم میں شامل ہے۔ عدل کے قریب قریب استعمال ہونے والے الفاظ میں مساوات، برابری، اعتدال، تسویہ، انصاف، درمیانی راہ اختیار کرنا شامل ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عدل سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا، حق دار کا حق اسے اس طرح ادا کرنا کہ اس میں کوئی کمی بیشی اور افراط و تفریط نہ ہونے پائے اور اس سارے عمل میں یکسانیت ومساوات اور برابری اختیار کی جائے۔

عدل صفت ہے۔ عام طور پر عدل کرنے والے کو عادل اور جہاں سے عدل ملتا ہو اسے عدالت کہتے ہیں۔ عدل کے عربی مترادفات میں ''قسط'' اور انصاف بھی ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کے برابر دو حصے کردینا۔

عدل کے مقابلے میں ''ظلم'' کا لفظ آتا ہے، ظلم کے معانی میں کسی کے ساتھ ناحق سلوک کرنا، کسی کا حق ضبط کرنا، کسی کا حق دوسرے کو دے دینا اور کسی چیز کو اس کے اصل مقام کی بجائے کسی دوسری جگہ پر رکھنا شامل ہے۔

سورۂ نحل کی آیت نمبر ۹۰ میں اللہ تعالیٰ نے ''عدل'' کو نکرہ بیان فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ عدل وانصاف کا پیمانہ معاشرے کے ہر فرد کے لیے یکساں اہم اور ضروری ہے کیونکہ اسلام میں امیر وغریب، شاہ وگدا، اعلیٰ وادنیٰ، آقا وغلام، عالم وجاہل، مرد وزن، حاکم ومحکوم، غرض کہ اسلامی معاشرے کے ہر فرد کے لیے عدل وانصاف کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۝ [النساء: ۱۳۵]

''ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اللہ کے لیے اس کی گواہی دیتے ہوئے، اگرچہ یہ گواہی خود تمھاری ذات، تمھارے والدین اور تمھارے قرابت مندوں کے خلاف ہی پڑے، امیر ہو یا غریب، اللہ تعالیٰ ہی دونوں کا زیادہ حق دار ہے (کہ اس کے قانون کی پابندی کی جائے) اس لیے (اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر) تم خواہشوں کی پیروی نہ کرو کہ اس کے نتیجے میں تم حق سے ہٹ جاؤ اور (یاد رکھو کہ) اگر تم (حق کو) بگاڑنے یا اس سے پہلو بچانے کی کوشش کرو گے تو اس کی سزا لازماً پاؤ گے، اس لیے جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے خود واقف ہے۔''

عدل وانصاف اور شہادت حق پر استقامت اور ذاتی مصالح یا عواقب کی پروا کیے بغیر عدل وانصاف کا قیام کس قدر ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد سے سمجھا جا سکتا ہے۔ عدل وانصاف کو ایسے حالات میں اختیار کرنا کہ جب ذاتی مفادات اور تعلقات پر ضرب لگنے کا خدشہ ہو اصل تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝ [المائدۃ: ۸]

''ایمان والو! اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ، انصاف کی گواہی دیتے ہوئے اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس پر نہ ابھارے کہ تم عدل و انصاف سے پھر جاؤ، چنانچہ عدل و انصاف کرو، یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اس لیے کہ اللہ تمھارے ہر عمل سے باخبر ہے۔''

ایک مضبوط اور مستحکم معاشرہ اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک باہمی لین دین میں دیانت داری اور عدل و انصاف کو ملحوظ نہ رکھا جائے، اسی لیے اسلام میں جہاں معاملات میں عدل پر زور دیا گیا ہے وہاں سچی گواہی یعنی قول میں بھی عدل و انصاف کا دامن تھامے رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ فرد اور معاشرے کو عدل و انصاف پر قائم رکھنا ہی سب سے اہم ہدایت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ [الحدید: ۲۵]

''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف اور واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی ہے تاکہ تمام لوگ ٹھیک عدل و انصاف پر قائم ہوجائیں۔''

عدل و انصاف ہر سلیم الفطرت انسان کی ضرورت اور تقاضہ ہے، اس کے بغیر نہ صرف یہ کہ تزکیۂ نفس ممکن نہیں بلکہ ایک صالح معاشرے کا قیام بھی ناممکن ہے۔ یہ وہ 'خلق' ہے جسے اپنانے والی اقوام سربلندی و سرفرازی سے ہم کنار ہوتی ہیں اور جن معاشروں میں عدل سے محرومی پائی جاتی ہے، وہ روبہ زوال ہوکر تباہی و بربادی سے دوچار ہوجاتے ہیں۔

ذیل میں عدل و انصاف سے متعلق چند بنیادی مباحث بیان کی گئی ہیں:

۱۔ عدل و انصاف کی ضرورت و اہمیت:

انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نظم و ضبط، امن و سکون، فلاح و کامیابی اور عزت و احترام صرف اسی صورت میں ممکن ہے اگر وہاں عدل و انصاف کا مکمل اہتمام کیا جاتا ہو۔ عدل سے معاشرے کو استحکام حاصل ہوتا ہے، حق دار کو اس کا حق اور ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ملتی ہے، اس سے غریب اور کمزور لوگوں کی زندگی محفوظ ہوتی ہے اور امیر کو اصول و ضوابط کا پابند بنایا جاتا

ہے، اس سے مساوات پر مشتمل ایک ایسا معاشرہ معرض وجود میں آتا جاتا ہے جس میں مال و دولت، رنگ ونسل، مرد وزن اور حاکم ومحکوم کی پروا کیے بغیر سب کو انصاف ملتا ہے اور عدل و انصاف کے قائم ہوتے ہی ظلم وزیادتی، جبر وتشدد، قتل وغارت اور فسق وفجور کی روک تھام ہوجاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ○ [الحجرات: ۹]

''اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے جنگ کرو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلے کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ رجوع پر آمادہ ہوجائے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ مصالحت کرادو اور اس معاملے میں ٹھیک ٹھیک انصاف کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

حدیث مبارکہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی پوری زندگی عدل وانصاف سے عبارت تھی، اسی لیے آپ ﷺ کی شخصیت کا ایک نمایاں وصف ''العادل'' بھی تھا۔ حدیث میں مروی ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: أَتٰى رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بِالْجِعْرَانَةِ مُنْصَرَفَهُ مِنْ حُنَيْنٍ، وَفِي ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقْبِضُ مِنْهَا يُعْطِي النَّاسَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اعْدِلْ، قَالَ: وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ اِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ؟ (صحیح مسلم، رقم: ۱۰۶۳)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اس وقت جب آپ حنین سے لوٹتے وقت ''جعرانہ'' کے مقام پر تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں کچھ چاندی تھی جو آپ مٹھی میں اُٹھا کر لوگوں میں تقسیم فرما رہے تھے۔ اس شخص نے آپ سے کہا: اے محمد! عدل کر! تو رسول اکرم ﷺ نے

اسے فرمایا: ارے بدنصیب! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا!‘‘

صحیح احادیث میں بے شمار واقعات واحداث بیان ہوئے ہیں جن میں رسول اکرم ﷺ کے عدل وانصاف کے حسین مظاہر ذکر ہوئے ہیں۔ عدل وانصاف کی اہمیت میں ایک روایت میں اس طرح بیان ہوا ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِی ظِلِّهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ: الاِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِی عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِی المَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّی أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ، أَخْفٰی حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ (صحیح بخاری: رقم: ٦٦٠)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سات آدمی ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: (۱) عدل وانصاف کرنے والا حکمران۔ (۲) وہ جوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پلا بڑھا ہو۔ (۳) وہ آدمی جس کا دل مساجد کے ساتھ اٹکا رہتا ہو۔ (۴) ایسے دو آدمی جن کی محبت محض اللہ کی رضا کے لیے تھی، وہ اللہ کی خاطر جمع ہوتے اور اسی کی خاطر جدا ہوتے تھے۔ (۵) وہ آدمی جسے کسی صاحب حسب وجمال عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے کہا: مجھے اللہ کا خوف ہے۔ (۶) وہ آدمی جس نے اس قدر چھپا کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہوسکی کہ دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا ہے۔ (۷) وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔‘‘

(جاری ہے)

یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ (ﷺ) است

عبد اللّٰہ ابراھیم

(اس مضمون میں 21 مارچ سے 23 اپریل 2024ء تک کے نمایاں واقعات کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے)

1 غزہ میں اسرائیلی جارحیت کا تسلسل اور جنگ بندی کے امکانات

غزہ میں اسرائیلی جارحیت کو اب 200 دن سے زائد ہوگئے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ مفاہمتی قوتوں کی طرف سے جنگ بندی کی کوششیں ابھی تک بے سود ہیں مذاکرات ابھی بھی جاری ہیں مگر کوئی معاہدہ طے نہیں پا سکا اور مذاکرات کے سہولت کار بھی ناامید سے ہو رہے ہیں۔ شمالی غزہ اور درمیانی علاقے کو مکمل تباہ کر دیا گیا ہے اور اب وہاں اسرائیلی فوجیوں کی تعداد کم ہوگئی ہے۔ تقریباً تمام عمارتیں مسمار کر دی گئی ہیں۔ اب رفح کراسنگ کا علاقہ بچا ہے اور وہاں بھی حملے کیے جا رہے ہیں۔ تاہم بڑا آپریشن ابھی تیاری کے مراحل میں ہی ہے۔ غزہ کے ساتھ ساتھ مغربی کنارے (487 سے زائد شہادتیں) پر بھی بے حد سختی کی جا رہی ہے۔ غزہ میں اب تک 34 ہزار سے زائد لوگ شہید ہو چکے ہیں اور اس سے دوگنا تعداد (77 ہزار) زخمیوں کی ہے۔ مسلمان بطور امت اور بحیثیت قوم کسی بھی کردار کو ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ غزہ کے لوگوں تک خوراک تک کی صحیح رسائی ممکن نہیں ہو پا رہی، صرف یمنی حوثیوں، حزب اللہ اور ایران سے ہی کچھ عملی مدد کا تاثر مل رہا ہے۔ اسرائیل نے دمشق میں ایران کی سفارتی عمارت پر حملہ کیا تو جواب میں ایران نے پہلی بار اسرائیل پر ڈرون اور میزائیل سے براہ راست حملہ کیا جو کہ موثر جواب تھا۔

اتنے مشکل حالات میں بھی اسلامی مزاحمتی قوتوں کا جہاد جاری رکھنا، غیر مشروط جنگ بندی سے انکار اور دستیاب وسائل کے ساتھ جمے رہنا کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔ تاہم یہ معجزہ مسلمان عوام اور خصوصاً حکمران طبقات کی بے حسی پر حجت بھی ہے۔ اللہ ہمیں فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ جانی، مالی اور ہر طرح کا تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ صورتحال نہایت پریشان کن اور اگلی بڑی جنگوں کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔

2 عالمی بساط پر ساہوکار کی تبدیلی اور متعلقہ ٹکراؤ کے آثار

چونکہ ہم ایک دجالی دور میں رہ رہے ہیں لہٰذا واقعات پر دجل، دھندلے پن اور پراسراریت کے پردے بڑھتے جا رہے ہیں اور ایک ہی واقعے کی مختلف اور بظاہر متصادم تہیں سامنے آتی ہیں۔ فلسطین اور اسرائیل کے موجودہ قضیئے ہی کو لیں تو ایک اس کی ظاہری سطح ہے جس میں یہودی اس علاقے میں منتقل ہو رہے ہیں اور مقامی باشندوں، جن میں غالب اکثریت فلسطینی مسلمانوں کی ہے، کو وہاں سے نکال دیا گیا ہے اور مزید نکالنے کے لئے ان پر زندگی تنگ کر دی گئی ہے۔ اس سے بلند تر سطح پر یہ ایک علاقائی مسئلہ ہے جس میں ایران نے حماس کی مدد کی اور اس کا ایک ہدف غالباً یہ بھی تھا کہ عرب اسرائیل تعلقات خوب خراب ہوں مگر عرب ممالک نے بے حسی دکھائی اور وہ ایران اسرائیل جنگ چاہتے ہیں اور ایران کو مجبوراً کچھ سامنے آنا پڑ رہا ہے۔ پھر یہ ایک عالمی مسئلہ ہے روس یوکرائن میں جنگ کر رہا ہے مگر مطلوبہ کامیابی نہیں مل رہی اور امریکہ اور اس کے اتحادی یوکرائن کی مدد کر رہے ہیں اب روس اور چین نے مل کر امریکہ کو اسرائیل میں مصروف کر دیا ہے اور روس اپنے محاذ پر کامیاب ہو رہا ہے۔ پھر چوتھی سطح پر یہ عالمی شر کی (دجالی / شیطانی) قوتوں کا مسئلہ ہے کہ کیسے مکمل عالمی گرفت اور ایک شخص کی بطور دجال آمد کے لئے ماحول سازگار کیا جائے اس سطح پر امریکی اور اسرائیلی سیاسی حکومتوں کی حیثیت بھی ایک مہرے سے زائد نہیں ہے اور پھر سب سے اوپر خدائی تدابیر اور امور ہیں اور سب کچھ اسی کے مطابق ہونا ہے امریکہ کو 1990ء اور 2000ء کی پہلی دہائی میں دنیا کی واحد طاقت کی حیثیت حاصل رہی اور اس نے خوب من مانی کی مگر 2010ء کے بعد اس کی طاقت میں کمی آتی گئی معاشی میدان میں چین طاقت حاصل کرتا گیا اور طویل مدت منصوبہ بندی میں روس رکاوٹ کے طور پر سامنے آیا۔

2014ء کے بعد جب شام کا محاذ سامنے آیا تو یہاں امریکہ مطلوبہ نتائج حاصل نہ کر سکا۔ پھر 2021ء میں امریکہ کو افغانستان سے ذلت آمیز انداز میں نکلنا پڑا اور 2022ء کے یوکرائن میں اس نے روس کو اُکسایا مگر 2023ء کے طوفان الاقصیٰ نے امریکہ کو دفاعی اور کمزور مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔ روس اور چین معاشی میدان میں اور کرنسی کے معاملے پر بھی امریکہ کی ناکہ بندی کر رہے ہیں لہٰذا مستقبل قریب میں افراتفری اور بڑے غیر متوقع حالات کا سامنا واضح دکھائی دیتا ہے اور امریکہ کی عالمی طاقت کی حیثیت روس اور چین کو منتقل ہو سکتی ہے اور پھر معلوم ہوگا کہ یہ بہتری آئی ہے یا اس سے بھی ظلم کی حکومت آ گئی ہے۔

3 پاکستان کی سیاسی صورتحال میں نسبتاً استحکام

بالآخر نئی سیاسی حکومت نے شہباز شریف کی زیر قیادت معاملات سنبھال لئے ہیں تمام آئینی عہدے پر ہو گئے ہیں اور چونکہ حکومت اور مقتدرہ لحہ موجود تک ایک صفحے پر ہیں لہٰذا سیاسی استحکام دکھائی دیتا ہے۔ نواز شریف صاحب خاموش اور غیر متعلق سے ہو گئے ہیں اور عمران خان زیر عتاب اور غیر متعلق ہیں۔ لگتا ہے کہ موجودہ فوجی سربراہ تک تو یہی نظام چلے گا۔ سیاسی حکومت معاملات کو بہتر کر رہی ہے۔ سعودی وفد نے ملک کا دورہ کیا سعودی ولی عہد محمد بن سلمان کے دورہ کی باتیں ہو رہی ہیں۔ ایرانی صدر 22 اپریل سے پاکستان کے 3 روزہ دورے پر ہیں۔ وزیر خارجہ اسحاق ڈار اور نواز شریف 22 اپریل سے چین کے 5 روزہ دورے پر ہیں۔ 21 اپریل کو ملک بھر میں ضمنی انتخابات ہوئے جس میں مسلم لیگ ن اور اتحادیوں نے اپنی اکثریت مزید مستحکم کر لی ہے۔ بہر حال نئی حکومت کو چلنے دینا چاہئے تاکہ کچھ آگے کا سفر ہو۔ تاہم ہمارا بطور ملک دائروں میں سفر اور مقتدرہ قوتوں کی اپنی ہٹ دھرمیاں کافی مایوس کن ہیں۔ بطور مسلمان ہمیں لوگوں کو دین کی دعوت اور توبہ کی پکار کو تیز تر کر دینا چاہئے۔

4 پاکستان کی معاشی صورتحال میں نسبتاً استحکام

پاکستان کی معاشی صورتحال میں ستمبر 2023ء سے کافی استحکام چل رہا ہے۔ ڈالر 279 روپے پر مستحکم ہے اور درآمدات، برآمدات اور بیرون ملک پاکستانیوں کی ترسیلات سے مل کر گرفت میں دکھائی دیتی ہیں، سٹاک ایکسچینج 71 ہزار سے زائد اور تاریخ کی

بلند ترین سطح پر ہے مہنگائی کی شرح کم ہو کر مارچ میں 20 فیصد ہوگئی ہے۔ تاہم بنیادی شرح سود ابھی 22 فیصد کی بلند سطح پر ہے۔ نئی حکومت کے آنے کے بعد 14 سے 19 مارچ تک آئی ایم ایف کا دورہ تو کامیابی سے ہو گیا تھا تاہم ابھی تک 1.1 ارب ڈالر کی ادائیگی نہیں ہوئی۔ پاکستان نے 6 سے 8 ارب کے 3 سالہ قرض کی باقاعدہ درخواست بھی دے دی ہے جس کی منظوری 2 سے 3 ماہ میں متوقع ہے۔ آئی ایم ایف اس کے لیے کڑی شرائط عائد کرے گا بلکہ ناکوں چنے چبوائے گا اور اس سال بیرونی قرضوں کی کافی ادائیگیاں بھی ہیں جو ہماری سب سے بڑی مجبوری ہیں۔ لہٰذا اگلے 6 ماہ بڑے مشکل ہوں گے کیونکہ حکومت آئی ایم ایف کی ہر بات مان رہی ہوگی۔ تاہم یہ عالمی مالیاتی ادارے، عالمی استعمار کی ہی ایک کڑی ہیں اور عین ممکن ہے کہ کوئی اہم غیر مالیاتی بات منوا کر شرائط میں کچھ رعایات دے دی جائیں۔ اصل حل تو اسلامی معاشی نظام کا نفاذ ہے۔

5 جماعت اسلامی پاکستان میں انتخابات کے بعد نئے امیر حافظ نعیم الرحمٰن کا حلف

جماعت اسلامی میں دستور کے مطابق 5 سال کے بعد امیر کے لئے انتخابات ہوئے اور 4 اپریل کو اعلان ہوا کہ حافظ نعیم الرحمٰن صاحب کو اراکین جماعت کی 82 فیصد اکثریت نے نیا امیر چن لیا ہے اور پھر 19 اپریل کو انہوں نے حلف اٹھا کر قیادت بھی سنبھال لی ہے۔ جماعت اسلامی عالم اسلام اور پاکستان کی بڑی مؤثر جماعت ہے اس کا دعوتی، تربیتی اور خدمت خلق کا نظام بڑا منظّم ہے اور اس کا غیر موروثی قیادت کا نظام سب کے لئے مثال ہے اور بحیثیت مجموعی ان کے خلوص کی دلیل ہے۔ تاہم سیاسی میدان میں اسے کامیابی نہیں مل سکی اور یہ تبدیلی اسی جھنجھلاہٹ کی عکاسی کرتی ہے اور بتدریج اعلیٰ اور درمیانی قیادت دینی علوم میں رسوخ رکھنے والوں سے انتخابات میں زیادہ مؤثر لوگوں کی طرف منتقل ہوگئی ہے۔ حافظ نعیم صاحب کا پس منظر کراچی کا اور ان کی کامیابی وہاں انتخابی میدان میں جماعت کو نمایاں کرنا ہے۔ جماعت 30-25 سال سے ترکی کے ماڈل کی پیروی کرنے کی بظاہر ناکام کوشش کر رہی ہے تاہم اس کوشش کو زیادہ اہمیت دینا اسے خالص اسلامی سے ایک اسلام پسند انتخابی جماعت بنا رہا ہے۔

6 ترکی کے بلدیاتی انتخابات اور حزب اختلاف کی کامیابی

31 مارچ کو ترکی میں عمومی بلدیاتی انتخابات ہوئے اور یہ انتخابات گزشتہ صدارتی انتخابات جن میں طیب اردگان نے کامیابی حاصل کی تھی، کے 10 ماہ کے بعد ہوئے تاہم ان میں حزب اختلاف کی جماعتوں کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ بڑے شہروں میں میئر پر بھی اپوزیشن کی ریپبلکن پیپلز پارٹی کے امیدوار کامیاب ہوئے اور اس پارٹی نے مجموعی طور پر اردگان کی پارٹی سے دو فیصد ووٹ زیادہ حاصل کئے اور اب اس کے سربراہ اکرام اوغلو، اردگان کے آئندہ ممکنہ صدارتی حریف کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ ملک میں مسلسل مہنگائی اور غیر مطمئن اسلام پسند ووٹر اس شکست کی وجہ دکھائی دیتے ہیں موجودہ سیاسی صورتحال میں غزہ کی محض زبانی حمایت اور عملاً اسرائیل کے ساتھ تعلقات جاری رکھنا عالم اسلام اور ترکی دونوں جگہ اردگان کی پوزیشن کو کمزور کر گیا ہے اور عالم اسلام کی لیڈرشپ اب اس سے چھن گئی ہے اس شکست کے بعد ترکی کی حکمت عملی میں کچھ تبدیلی آئی ہے، اسرائیل کو برآمدات کم کرنے کی بات ہوئی ہے اور حماس کے سیاسی رہنما اسماعیل ہنیہ کو ترکی بلوا کر ان کی حمایت کا اعادہ کیا گیا تاہم ابھی بھی یہ معاملات زبانی حمایت تک محدود دکھائی دیتے ہیں۔

7 افغانستان کی تازہ صورت حال

پاکستان اور افغانستان کے تعلقات ابھی تک سرد مہری کا شکار ہیں اور اس کی وجہ پاکستان کا یہ الزام ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کی سہولت کاری افغان سرزمین سے ہو رہی ہے۔

◐ 21 مارچ کو قندھار شہر میں خودکش دھماکے میں 3 افراد ہلاک اور 12 زخمی ہو گئے۔ ◐ 27 مارچ کو پاکستان اور افغانستان کے مابین دوطرفہ تجارت اور راہداری پر مثبت مذاکرات مکمل ہو گئے۔

◐ 31 مارچ کو افغان ترجمان نے ملکی قانون کی خلاف ورزی پر 2 امریکی اور کئی غیر ملکیوں کی گرفتاری کی خبر دی۔ ◐ 2 اپریل کو بتایا گیا کہ افغانستان میں سیاحوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

◐ 14 اپریل کو خبر آئی کہ افغانستان میں تیز بارشوں اور سیلابی ریلوں سے 33 افراد ہلاک ہو گئے۔ ◐ 17 اپریل کو پاکستان میں افغانستان سے داخل ہونے کی کوشش پر 7 دراندازوں کی ہلاکت کی خبر پاکستان کی جانب سے دی گئی۔

فرمودۂ اقبال

ملے گا منزلِ مقصود کا اُسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ!

میسّر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لیے جہاں میں فراغ!

فروغِ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے
تری نظر کا نگہباں ہو صاحبِ مازاغ!

وہ بزمِ عیش ہے مہمانِ یک نفس دو نفس!
چمک رہے ہیں مثالِ ستارہ جس کے ایاغ!

کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا
صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گُل کا سراغ!

(ضربِ کلیم)

الحمد للہ

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

کی مطبوعات

خیریت تعلّم وتعلیم قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں	16/-
جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال (1910ء-2010ء)	240/-
یاجوج ماجوج؟	350/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ اوّل)	120/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ دوم)	130/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ سوم)	120/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (مکمّل)	زیرِطبع دوم
صہیونیّت قرآن مجید کے آئینے میں	425/-
10 علاماتِ قیامت حدیث مبارکہ کی وضاحت	165/-
اُمت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیلِ نو میں اہل قلم کا رول	50/-
درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں؟	120/-
تعمیرِ سیرت وکردار	450/-
قرآن مجید کے حقوق	40/-
بھارت اور پاکستان کے مابین مذہبی، سیاسی اور نفسیاتی کشاکش کا انجام؟	65/-
بصری مشاہدہ ونظری حقیقت	170/-

Vol 18
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
MAY 2024
No 05

فکرِ فاروقیؒ

یہ مغربی افکار ہر معاشرے کے لیے آگ ہیں مگر مغربی تعلیم سے آراستہ اشرافیہ، حکمران اور سرکاری اعلیٰ عہدیدار اس حقیقت کو قبول کرنے کو تیار نہیں کہ اس مغربی افکار کی سنگینی اور آگ سے کیسے نکلا جا سکتا ہے۔ بقول علامہ اقبال جواب شکوہ (1913ء)

عہدِ نو برق ہے، آتش زن ہر خرمن ہے ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوامِ کہن ایندھن ہے ملتِ ختمِ رسلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے
آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

مغربی فکر نے اپنے زیر قبضہ نظامِ تعلیم، میڈیا (الیکٹرانک اور پرنٹ اور کتب) اور ملٹی نیشنلز کے ذریعے انسان کو حیوان بنا دیا ہے اور اس کے نتیجے کے طور پر آج کا انسان مذہب، خدا، قرآن، پیغمبر، وحی اور آخرت کا منکر ہے اور ان کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا۔ مذہبی پابندیوں اور دینی تعلیمات کو انسان دنیاوی ترقی کے لیے ایک رکاوٹ سمجھتا ہے۔ اسی لیے انسان عریانیت، بے حیائی، بے لباسی کے ساتھ آزاد روی (لبرل اور سیکولر) کی طرف مائل ہے اور پیش رفت کے لیے کوشاں ہے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ دنیا میں 500 ملٹی نیشنلز کمپنیاں ہیں جو گلوبل سطح پر تمام تجارت پر قابض ہیں اور انسانیت کو لوٹ رہی ہیں۔ انسان ایک معاشی حیوان بن کر رہ گیا ہے۔ بقول علامہ اقبال

عصر حاضر ملک الموت ہے ترا جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکر معاش

انسان کو اب آخرت، موت، حلال/حرام، ضمیر، معاشرہ، اللہ، رسول، قرآن کی پرواہ نہیں۔ صرف کمانا ہے اور کھانا ہے اور وہ بھی وہ کچھ کھانا جو ملٹی نیشنلز کھلا دیں۔ آپ پیپسی چھوڑ کر 7UP پی لیں ملٹی نیشنلز کے TRAP سے باہر نہیں جا سکتے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور حضرت محمد ﷺ سے وفاداری ہی ہمیں اس اندھے کنویں سے نکال سکتی ہے۔ (ح ب نومبر 2018ء)